لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

دیوان عشق کا سب سے پہلا سبق

تم نے ہر آواز پر لبیک کہا، ہر نسخہ کو آزمایا، ہر عطار اور نیم حکیم کی بات مان لی، نفس کے ہر اشارہ کی تکمیل اپنا مقدس فرض سمجھا اور اس کے لیے اپنے عزیز اوقات بے دریغ صرف کیے، اپنا قیمتی روپیہ پانی کی طرح بہایا، اپنی قوت فیاضی سے خرچ کی، اپنی ہر مخفی صلاحیت کا دل کھول کر استعمال کیا، تو پھر کیا خدا کی خوشنودی، رضائے الٰہی اور اس بارگاہ عالی کے پروانہ راہداری کو تم نے اتنا گرا پڑا سمجھ لیا ہے کہ اس کے لیے تمہیں کسی محبت اور طلب کی ضرورت نہیں ہے؟ لیکن خدا کا فیصلہ اس کے برعکس ہے، خدا کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے تمہیں اپنے کعبہ دل کو ان تمام بتوں سے صاف کرنا ہوگا، تمہیں دل پر پتھر رکھنے ہوں گے، اور بعض اوقات پیٹ پر بھی پتھر باندھنے ہوں گے، نفس کے گلے پر جیتے جی چھری پھیرنی ہوگی، اور قدم قدم پر اپنی مخالفت کرنی پڑے گی، اس کی ہر ترغیب اور دعوت کو اپنے قدموں سے روندنے کی طاقت پیدا کرنی ہوگی، اور ہنسی خوشی یا رورو کر ان محبوب چیزوں کا فراق گوارا کرنا ہوگا جو زندگی بھر ہمارے ساتھ رہیں۔

اگر ہمیں محبت حق کی تمنا ہے تو اس کا راستہ صرف یہی ہے اور جنون کی شوریدہ سری اور سچی طلب کی بے تابی اور برق وشی اس راہ کی سب سے پہلی شرط اور اس دیوان عشق کا سب سے پہلا سبق ہے۔

مولانا سید محمد الحسنیؒ

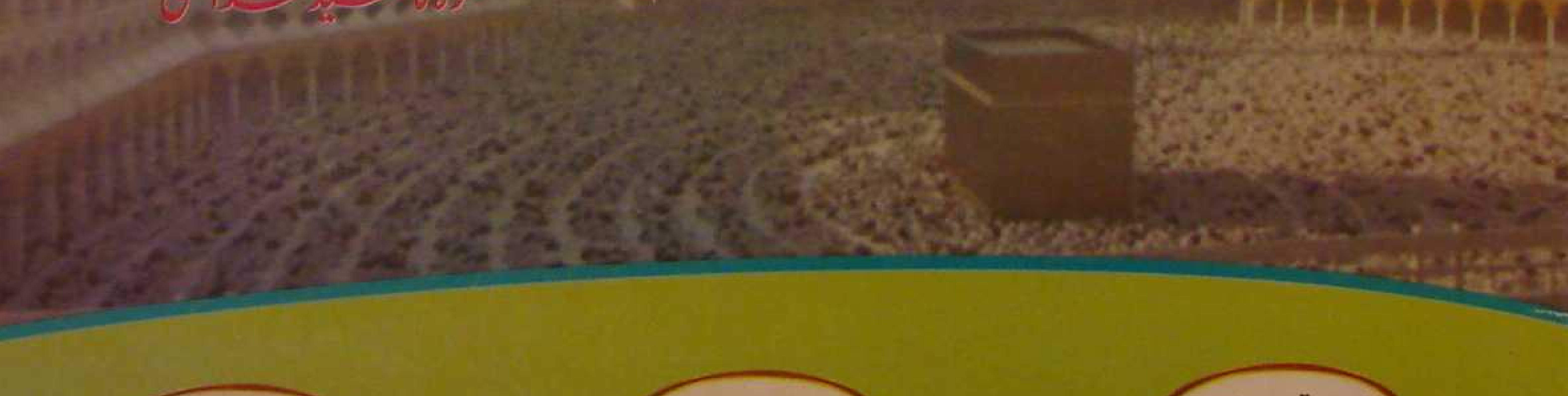

فی شمارہ =/₹12

۲۵ فروری ۲۰۱۳ء

سالانہ زرتعاون -/250

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۵۰ — ۲۵ فروری ۲۰۱۳ء مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — شمارہ نمبر ۸

اس شمارے میں

وفات حسرت آیات

مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

زندگی کا لمحہ لمحہ ملت بیضا کے نام	رئیس الشاکری ندوی	۲
خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود	شمس الحق ندوی	۳
اُس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۵
مولانا سید عبد اللہ محمد حسنی ندوی کی رحلت	ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی	۸
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری	مولانا نظام الدین فخر الدین	۱۰
ایک داعی، ایک مصلح، ایک مربی	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۱۱
چند یادیں اور چند باتیں	شیخ ابرار احمد ندوی	۱۳
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمہ اللہ	محمد وثیق ندوی	۱۶

حکمت و موعظت

دعوت کا کام کرنے والے علماء سے چند باتیں	مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ	۱۹

سچی محبت

شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ	مولانا عبد القادر یحیٰی ندوی	۲۳

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۵

رفتار کارواں

بیسویں صدی میں اردو کا سوانحی ادب اور	اقبال احمد ندوی	۲۶

جانسوز

سائبر دور کے نقصانات	عبد العظیم معظم ندوی	۳۰

علمائے سلف

چشمے کے قطروں سے سبق	ادارہ	۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظم عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph. (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زر تعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے 50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر =/30 روپے زائد جوڑ کر چیک دیں۔ منی آرڈر فارم پر مکمل پتہ کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

یونانی ادویات میں قابلِ بھروسہ نام صدر دواخانہ اور صدر لیباریٹریز کی تیار کردہ عمدہ و خالص یونانی ادویات نہایت کفایتی ریٹوں پر نہ صرف ہندوستان بھر میں دستیاب ہیں بلکہ ہندوستان سے باہر کے ممالک میں بھی اپنا خاص مقام بنائے ہوئے ہے۔

G.M.P. CERTIFIED UNANI COMPANIES

SADAR DAWAKHANA / SADAR LABORATORIES
855, FARASH KHANA, DELHI-110006
Ph.: 011-23941759, 32915753 • e-mail: sadardawakhana@ymail.com

خراج عقیدت

زندگی کا لمحہ لمحہ ملت بیضا کے نام

قطعہ تاریخ وفات مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ

رئیس الشاکری ندوی

وہ تبسم ، وہ تکلم ، وہ کرم ارزانیاں
وہ محبت کیش آنکھیں اور نور افشانیاں

یاد کرتے ہیں اُسے ندوے کے سب دیوار و در
گنگناتی ہیں اُسے پروائیوں کی بانیاں

کان میں رس گھولتی ہے اب بھی لہجے کی کھنک
گفتگو کے حسن کی آنکھوں میں ہیں تابانیاں

لذتیں تقریر کی جھڑتے ہوں جیسے منہ سے پھول
سیدھے سادے لفظ اور بھرپور نکتہ دانیاں

ظلمتوں کی بارشیں اور دوربینی کے چراغ
بے یقینی کے زمانے میں یقیں سامانیاں

عام ہوجائیں دلوں میں طاعتوں کی خواہشیں
ختم ہوں اللہ کے بندوں کی نافرمانیاں

بوالحسنؔ کی جانشینی ، رائے پوریؔ کا مزاج
چہرے مہرے کا تقدس کعبۂ روحانیاں

زندگی کا لمحہ لمحہ ملت بیضا کے نام
ہائے ری وہ معتبر جاں سوزیاں قربانیاں

مسئلے نوک زباں قرآن کی تفسیر کے
وہ بخاری اور مسلم کی ورق گردانیاں

یعنی عبداللہ حسنیؔ نازش علم و عمل
رفت سوئے خلد آں محمودیٔ عرفانیاں

۲۰۱۳ء

☆☆☆☆

اداریہ

خوشش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

داعی اسلام وانسانیت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی کی وفات کا حادثۂ جانکاہ

۲۹ جنوری ۱۹۵۷ء - ۳۰ جنوری ۲۰۱۳ء

شمس الحق ندوی

"اناللّٰہ و انا الیہ راجعون ، للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ و کل شیٔ عندہ بمقدار".

لیکن بندہ بہر حال بندہ ہے، جدائی کا غم اور بے کلی اس کی فطرت میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی تسکین کی خاطر اسوۂ کامل اپنے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جانکاہ حوادث سے بھی گذارا اور آنکھیں بھی اشکبار ہوئیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس وقت قلم چلاتے ہوئے یہ حال ہے کہ ؎

دھڑکتا ہے دل کانپتا ہے کلیجہ
ادا اس طرح مدعا ہو رہا ہے

اول اول نگاہوں میں ایک دبلے پتلے، سنجیدہ، خاموش طبیعت، آنکھوں پر عینک لگائے ہوئے دس بارہ سال کے طالب علم کی تصویر گردش کر رہی ہے، جو وقار و تمکنت، خاندانی شرافت ونجابت کے ساتھ مخدوم زادہ ہونے کے سبب بہت عزیز تھا کیا خبر تھی کہ یہ معصوم وہونہار طالب علم خاندانی روایت کے مطابق دعوت واصلاح کے میدان میں بام عروج پر پہنچ کر اس طرح داغ فراق دے جائے گا کہ دل کی تڑپ وبے کلی یہ کہنے پر مجبور کرے گی کہ ؎

جب نام تیرا لیجیے تب چشم بھر آئے
اس طرح جینے کو کہاں سے جگر آئے

ان کے والد ماجد مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ راقم سطور پر بڑی شفقت فرماتے تھے، مضمون لکھنے پر آمادہ کرتے، دیکھتے اور ہمت افزائی فرماتے، ناغہ ہونے پر فرماتے: قلم کے مسافر کو رکنا نہیں چاہیے، مولانا مرحوم سنجیدہ، باوقار اور خاموش طبیعت کے تھے، تقریر سے بالکل مناسبت نہیں تھی، نمائش سے بہت دور رہتے، سفر سے بہت گھبراتے تھے، بہت ہی مجبوری پر سفر کرتے۔

لیکن مولانا عبد اللہ حسنی کے لیے ان کی آرزو اور تمنا تھی کہ مقرر بنیں، اس لیے کہ تقریر کی افادیت ان کے نزدیک مسلم تھی، شاید اس لیے بھی کہ چچا جان مفکر اسلام حضرت مولانا کے سفروں اور تقریروں کے اثرات کا مشاہدہ کر رہے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، ان کے ریشے ریشے میں دین کی غیرت وحمیت اور اس کی دعوت کا جوش وجذبہ اس طرح رچا بسا تھا کہ ع

شاخ گل میں جس طرح باد سحرگاہی کا نم

اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو اور تمنا کو ان نور نظر کے بارے میں اس طرح پورا فرمایا کہ مولانا عبد اللہ حسنی اردو اور عربی دونوں زبانوں میں تحریر کی قدرت کے ساتھ مقرر بھی بنے اور داعی ایسے کہ سفر ان کی زندگی کا جزو لازم بن گیا تھا، ابھی یہاں اور ابھی وہاں، وہ ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے عربی پندرہ روزہ صحیفہ "الرائد" کے مدیر التحریر تھے اور "تعمیر حیات" کی مجلس مشاورت میں بھی تھے، جس میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔

مولانا عبداللہ حسنی ندوی اپنی طالب علمی کے مراحل طے کرتے رہے، صحت بھی دھیرے دھیرے بہتر ہوتی گئی، ان کے سارے اساتذہ ان کی صلاح وسعادتمندی کے قائل رہے، اساتذہ تو اساتذہ طلبہ اور اپنے رفقاء پر بھی اپنی کسی ادا سے کبھی اس کا مظاہرہ نہ ہونے دیا کہ وہ ناظم ندوۃ العلماء کے پوتے ہیں، احساس برتری کا شائبہ تک نہ ظاہر ہونے پاتا۔

جب ندوہ سے فارغ ہوئے تو کچھ ہی دنوں بعد اعزازی طور پر ندوہ ہی میں تدریسی خدمت انجام دینا شروع کیا، اس طرح کہ درس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی اصلاح وتربیت پر پوری توجہ ہوتی، کئی سال کے بعد معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کے اصرار پر حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے تنخواہ کی منظوری فرمائی اور انہوں نے قبول کیا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں پوری ذمہ داری کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے کے ساتھ ان کے دعوتی اور اصلاحی اسفار بھی پورے خلوص واستغناء کے ساتھ شروع ہوئے اور وہ ایسے مفید وبارآور ثابت ہوئے کہ ان کی طرف رجوع بڑھتا ہی گیا۔

جہاں کہیں بھی جاتے دلوں میں ان سے عقیدت ومحبت گھر کر جاتی اور پھر برابر ان علاقوں کے سفر ہوتے جس کے نتیجہ میں مدارس ومکاتب اور دیگر اصلاحی وتربیتی ادارے قائم ہوتے اور وہ سب کے مشیر وسرپرست قرار پاتے، حتی الامکان ان کی اعانت کی بھی فکر فرماتے، مزاج میں سادگی اور استغنا نے جو ان کی خاندانی خصوصیت تھی، دلوں کو موہ لیا تھا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی ان کی طرف رجوع کرتے اور وہ ان کی صلاحیت کے مطابق ان کو کام سے لگاتے اور وہ پھر انہیں کے ہو رہتے، ان سے جڑنے والے طلبہ ان سے کبھی الگ نہ ہوتے، ان کے ساتھ مرشد جیسا تعلق رکھتے، ان سارے کاموں کے ساتھ چونکہ ان کے فرشتہ صفت دادا مولانا حکیم سید عبدالعلی حسنیؒ جو قدیم وجدید کے جامع اور وسیع عالمی فکر کے حامل تھے، ان کو اس کی بڑی فکر تھی کہ غیروں میں اسلام کا صحیح تعارف کرایا جائے جو امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، اس کے لیے انہوں نے نجم الدین شکیب ندوی کو اس کام میں لگایا جن کا مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ کے خاندان سے تعلق تھا۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے عزیز بھائی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو اس کی طرف متوجہ کیا اور سب سے پہلے ڈاکٹر امبیڈکر کے پاس بمبئی بھیجا، پھر حضرت مولاناؒ نے اس کام کو ”پیام انسانیت“ کے نام سے باقاعدہ تحریک کی شکل میں شروع کیا اور دورے کیے، تقریریں فرمائیں، جو ”مقام انسانیت“ اور ”پیام انسانیت“ کے نام سے شائع ہوئیں، اخیر میں مدھیہ پردیش کے دورے ہوئے اور ان دوروں میں سابق ایڈیٹر تعمیر حیات مولانا اسحٰق جلیس ندوی مرحوم جو بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے، ساتھ رہے اور ”تحفہ انسانیت“ کے نام سے اس دورے کی روداد اور تقریروں کو مرتب کیا۔

مولانا عبداللہ حسنی نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ پوری اہمیت کے ساتھ اس کام کو بھی جاری رکھا اور اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑا کام لیا، مولانا کے یہ سارے کام خاموشی سے ریا ونام ونمود سے بلند ہو کر ہوتے رہے اور بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، ان کی مقبولیت ومحبوبیت بڑھتی جارہی تھی، لیکن مالک حقیقی کی شان کہ اپنے اس نیک بندے کو بہت جلد اپنے پاس بلالیا جس کی حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔

بندے بہرحال بندے ہیں، مولانا کے حادثہ جانکاہ سے خاندان پر جو گذری، اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، صبر اور رضا بالقضاء اس خاندان کا شعار ہے لیکن خاموش چہروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

یہ عالم ہے اب خشک آنکھوں کا ان کی
کہ طوفاں ہے برپا روانی نہیں ہے

(......بقیہ صفحہ ۷ پر)

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

اُس کی اُمیدیں قلیل، اُس کے مقاصد جلیل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگرچہ کہ دین کی خدمت میں نسل ونسب کی کوئی قید نہیں اور خاندانی نسبت کی کوئی شرط نہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ جیسے اپنے دین کی خدمت کے لئے بعض افراد کا انتخاب کرتے ہیں، اسی طرح بعض اوقات اس کے لئے من جانب اللہ خاندانوں کا بھی انتخاب ہوتا ہے، ہندوستان میں بھی متعدد ایسے خانوادے ہیں، جن کو اسلامی علوم کی خدمت دین حق کی تبلیغ واشاعت، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد اور لوگوں کو کیفیت احسان سے آراستہ کرنے کے لئے تزکیۂ قلوب میں امتیازی شان حاصل رہی ہے، ایسے ہی خانوادوں میں ایک حسنی سادات کی شاخ خانوادۂ ”علم اللّٰہی“ ہے جس میں بڑے بڑے اہل دل، صوفیاء، اصحاب نظر علماء اور اہل تحقیق مصنفین ومؤلفین پیدا ہوتے رہے ہیں، اسی خانوادہ کے فرد جلیل حضرت سید احمد شہیدؒ ہیں، جنھوں نے اپنے عہد میں خلوت کدۂ خانقاہ اور کارزار جہاد کا رشتہ استوار کیا۔

اسی خاندان کے گل سرسبد مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ تھے، جن کے قلم گہر رقم سے علم وادب کے ایسے شہ پارے وجود میں آئے کہ اگر ایک جماعت اور ایک اکیڈمی مل کر ایسی خدمت انجام دیتی تب بھی یہ خدمت تحسین وآفریں کی مستحق ہوتی، مولانا عبدالحی صاحب کے دو صاحبزادے ہوئے، دونوں علم وعمل کے جامع، دونوں دل ودماغ کا سنگم اور زہد واستغناء کا مرکز تھے، بڑے لڑکے ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ جو اپنے خوردوں کے لئے مرکزِ عقیدت تھے اور اپنے بڑوں کے محبوب، انھوں نے طویل عرصہ تک ندوۃ العلماء کے انتظام وانصرام کو سنبھالا اور ندوہ کے ابتداء قیام سے دل ودماغ کی جو کشمکش جاری تھی، بڑی حکمت کے ساتھ اس کو ختم کیا اور اسے ایک ایسی شاہراہ پر ڈال دیا، جس میں عقل ونقل اور دل ودماغ بہتر امتزاج کے ساتھ دوش بدوش آگے بڑھیں، انھیں تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ کا موقع نہیں ملا؛ لیکن انھوں نے کتابیں تصنیف کرنے کے بجائے افراد تصنیف کئے، وہ مصنف سے زیادہ مصنف گر تھے، اور اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ کام زیادہ دشوار ہوتا ہے، ان کی سب سے بڑی تصنیف تھی: ”مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ“ ان کی تعلیم وتربیت، قلب ونظر کی طہارت، داعیانہ مزاج، اقلیم ادب میں حاصل ہونے والی فتح مندیاں، دل کا سوز اور اسلام کے لئے نغمہ زن رہنے والا ساز ان سب میں مولانا کی والدہ ماجدہ اور برادر بزرگ مولانا ڈاکٹر عبدالعلی حسنیؒ کی تربیت ونگہداشت کا بنیادی کردار رہا ہے۔

مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ کے اکلوتے صاحبزادے مولانا محمد الحسنی تھے، جن کو عربی زبان وادب کا ذوق وہبی طور پر حاصل تھا، ان کی تحریریں اتنی خوبصورت اور طاقتور ہوتی تھیں کہ عالم عرب کے زبان شناس ادباء بھی عش عش کرتے تھے ”البعث الاسلامی“ انھیں کی علمی یادگار ہے، لوگ انھیں بجا طور پر حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے جانشیں کے طور پر دیکھتے تھے، جیسے مولانا عبدالعلی صاحب نے اور مولانا علی میاں صاحب کی تربیت فرمائی، اسی طرح کمال محبت وشفقت اور انتہائی نگہداشت کے ساتھ مولانا علی میاں صاحبؒ نے اپنے برادر زادہ کی تربیت کی، مگر افسوس کہ وہ اپنے حبیب ومحبوب چچا کی زندگی ہی میں رخصت ہوگئے اور اپنی علمی وتصنیفی یادگاروں کے ساتھ ساتھ تین صاحبزادوں کو چھوڑا، جن میں بڑے فرزند مولانا سید عبداللہ محمد حسنی ندوی تھے، وہ اپنے خاندان کی شرافت کا نمونہ اور علم ومعرفت کے حقیقی وارث تھے؛ اگرچہ اس حقیر کو سیدی وسندی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی صحبت سے زیادہ استفادہ کا موقع نہیں؛ لیکن ایک دو بار رائے بریلی میں حاضری کا اور کئی بار لکھنؤ میں ملاقات کی سعادت حاصل رہی اور متعدد مواقع پر محسوس ہوا کہ مولانا محمد الحسنیؒ کی وفات کے بعد مولانا عبداللہ حسنی صاحب مولانا کی توجہات اور ان کی شفقتوں کا مرکز بن چکے ہیں اور اپنے خاندان کی اگلی پشت میں مولانا کی سب سے زیادہ نگاہ انھیں پر ہے، اس میں دادا کی شفقت ومحبت کے ساتھ ساتھ خود مولانا عبداللہ صاحب کے جوہر قابل، سعادت مندی، تواضع، شرافت نفس اور جذبہ فنائیت کا دخل تھا۔

وہ حدیث وتفسیر کے مقبول اساتذہ میں تھے،

ان کے بعض تلامذہ سے معلوم ہوا کہ درس حدیث پر محدثانہ رنگ غالب ہوتا تھا اور بہ تکلف کسی خاص نقطۂ نظر کو ثابت کرنے سے اجتناب کرتے تھے، وہ شستہ، سادہ اور آسان عربی و اُردو زبان میں لکھنے کا مزاج رکھتے تھے، وہ ندوہ کے مؤقر عربی جریدہ "الرائد" کے مدیر تھے اور ان کی تحریریں شوق کی آنکھوں سے پڑھی جاتی تھیں۔

انھیں افراد سازی کا ملکہ گویا اپنے دادا کی میراث میں ملا تھا، ندوہ کے سینکڑوں فضلاء اپنی تربیت کے لئے ان سے مربوط تھے اور وہ چھوٹے سے بڑے ہر دینی کام کا نقشہ ان کے مشورے سے تیار کرتے تھے، یہ ان کی اصابت رائے، طلبہ کے ساتھ شفقت، انکساری وملنساری معاملہ فہمی اور زمانہ آگہی کا نتیجہ تھا، اس حقیر کو ملک کے مختلف علاقوں میں دین کی نسبت سے جانے کا موقع حاصل ہوتا رہتا ہے، اکثر مقامات پر میں نے دیکھا کہ ان کے تلامذہ ان سے بے حد محبت کرتے ہیں اور انھیں ٹوٹ کر چاہتے ہیں، اولاد کی والدین سے محبت میں فطری رشتہ کا دخل ہوتا ہے، مرید اپنے شیخ کو غیر معمولی عقیدت کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ عقیدت اس کے لئے دیوار بنی رہتی ہے؛ لیکن شاگرد غیر محسوس طور پر اپنے اساتذہ پر ناقدانہ نظر رکھتے ہیں اور شب و روز کی زندگی ان کے سامنے ہوتی ہے؛ اس لئے شاگرد کی اپنے استاذ سے محبت اور اس محبت و عقیدت میں دوام و استمرار کسی شخصیت کے اخلاق اور علمی زندگی کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی ہے، مولانا عبد اللہ حسنیؒ اس کسوٹی پر واقعی پورے اُترتے تھے۔

تعلق مع اللہ اور تزکیہ نفس میں بھی وہ اپنی خاندانی روایت کے بہترین وارث تھے اور ملک کے کونے کونے میں ان کے منتسبین موجود تھے، جو مولانا عبد اللہ حسنی کے ذریعے اپنے ایمان اور تقویٰ کی انگیٹھیاں گرم کرتے تھے اور احسان کی منزلوں کو طے کرتے تھے؛ بلکہ غالباً مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے اکثر نوجوان متوسلین کی تربیت بھی انھیں کے ذریعے ہوتی تھی؛ اگرچہ انھوں نے دعوتی مصروفیات کی وجہ سے تصنیف وتالیف پر زیادہ توجہ نہیں دی؛ لیکن عربی واُردو دونوں زبانوں میں ان کے بہت سے بیش قیمت مقالات شائع ہوئے، اُمید ہے کہ ان کے برادر خورد مولانا سید بلال حسنی ندوی کے ذریعہ ان کی ترتیب واشاعت عمل میں آئے گی، انھوں نے حضرت مولانا علی میاں اور اپنے والد ماجد کے متعدد عربی خطبات اور کتابوں کو اُردو کا جامہ پہنایا، جو دونوں زبانوں پر ان کی قدرت کی شہادت دیتے ہیں اور جن کو پڑھتے ہوئے ترجمہ کا احساس نہیں ہوتا۔

مولانا کا سب سے بڑا کام؛ بلکہ کارنامہ "تحریک پیامِ انسانیت" ہے، اس تحریک کی بنیاد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس وقت رکھی، جب ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات نے آندھی کی شکل اختیار کرلی تھی اور اس تحریک کے زیر سایہ برادرانِ اسلام اور برادرانِ وطن کے مشترکہ اجتماعات رکھے جاتے تھے؛ اگرچہ مولانا علی میاں صاحبؒ کی نظر میں اس تحریک کی منزل اسلام کی دعوت تھی؛ لیکن ان کے زمانہ میں عام طور پر ملکی حالات کے پس منظر میں ابتدائی کوشش کے طور پر فرقہ وارانہ کی فضا ہموار کرنے کو ترجیح دی گئی، مولانا علی میاں صاحب کی وفات کے بعد مولانا عبد اللہ حسنی صاحب نے اس تحریک کو نہ صرف اپنے ہاتھ میں لیا؛ بلکہ اس کو اس کی منزل تک پہنچا دیا اور اس کے ذریعہ پورے ملک میں برادرانِ وطن تک دعوت اسلام کو پہنچانے کی بہترین کوششیں فروغ پانے لگیں، سینکڑوں لوگوں کو آپ کے ذریعہ براہ راست یا بالواسطہ ہدایت حاصل ہوئی اور وہ اسلام کے حلقہ بہ گوش ہوئے، غیر مسلموں کی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی، وہ ان کے ساتھ ایسی شفقت کا برتاؤ کرتے تھے کہ نومسلم بھائیوں کو احساس ہوتا تھا کہ اگرچہ وہ اپنے پیدائشی خاندان سے کٹ گئے ہیں؛ لیکن انھیں ایک دوسرا بہتر خاندان حاصل ہوگیا ہے، ان کے دادا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ غیر مسلم بھائیوں میں دعوت کے کام کے آرزومند تھے اور اپنے برادر خورد کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، مولانا عبد اللہ حسنی صاحب گویا اسی خواب کی تعبیر اور اسی آرزو کی تکمیل تھے اور اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے اس کام کو بغیر کسی تشہیر کے انجام دیا، جو اس کی مصلحت وحکمت کا تقاضا ہے، اگر وہ چاہتے تو اپنے اس دعوتی کام کو کسی نئی تحریک سے موسوم کر سکتے تھے، جس سے ان کا تشخص قائم ہوتا اور جو ان کی طرف منسوب ہوتا، مگر ان کے تواضع اور کسر نفسی کی بات ہے کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا؛ بلکہ "پیامِ انسانیت" کے نام سے جو تحریک پہلے سے قائم تھی، اسی کے زیر سایہ یہ خدمت انجام دی۔

مولانا عبد اللہ حسنی صاحبؒ سے میری دیرینہ ملاقات تھی، ہر ملاقات ان کے خلوص، تواضع، سادگی، ذاتی زندگی میں احکام شریعت کی اتباع، معاملات میں احتیاط اور للہیت کا پتہ دیتی تھی، وہ متعدد بار المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد تشریف لائے، ایک بار میری گزارش پر "دعوت" کے موضوع پر بڑا عمدہ خطاب بھی فرمایا، وہ دعوت اسلام کے کام میں مداہنت یا اسلام کے مسلّم افکار واعمال میں تساہل کے بالکل قائل نہیں تھے، دوبار ایسا بھی ہوا کہ وہ حیدرآباد تشریف لائے، میرا ان کے میزبانوں سے ربط نہیں ہو سکا، اس لئے میں ان کو دعوت نہیں دے سکا؛ لیکن اس کے باوجود وہ خود تشریف لائے اور دیر تک معہد میں رہے اور تبادلہ خیال کیا۔

چند ماہ پہلے ان کی علالت کی اطلاع ملی؛ لیکن اندازہ نہیں تھا کہ یہ بیماری ایسی جان لیوا ہے، وفات سے کچھ عرصہ پہلے لکھنؤ کا سفر ہوا، تو میں ان کی رہائش گاہ "خاتون منزل" جاکر عیادت کا متمنی تھا؛ مگر اطلاع ملی کہ بے چینی بہت زیادہ ہیں اور ملاقات باعث زحمت ہوتی ہے، اس لئے ارادہ ترک کردیا، اسی سفر میں یہ بھی اطلاع ملی کہ مرض کے سلسلہ میں "کینسر" کی تشخیص ہوئی ہے، آخر مؤرخہ ۳۰ر جنوری ۲۰۱۳ء کو ۵٦ سال کی عمر میں وہ اللہ کو پیارے ہوگئے، جیسے انھیں علم وادب، شرافت ونجابت اور تعلق مع اللہ میں اپنے والد کی میراث حاصل ہوئی تھی، اتفاق ہے کہ عمر طبعی سے پہلے راہی مُلکِ بقا ہونے میں بھی اپنے والد کے وارث ثابت ہوئے، بہ قول شاعر ؎

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

☆☆☆☆☆

(بقیہ اداریہ......) ان کے معتقدین پر جو کچھ گذری، آنکھیں جس طرح اشکبار ہوئیں، اس کا کچھ اندازہ ندوہ اور تکیہ دونوں جگہ نماز جنازہ میں غیر معمولی ہجوم سے ہوا، ایسا ہجوم کہ انتظامیہ کو ٹریفک کنٹرول کرنے کے لیے نظم کرنا پڑا، جنازہ میں شرکت کے لیے اطراف لکھنؤ کے علاوہ دور دور سے جہاز اور کاروں کے ذریعہ لوگ پہونچے، تعزیت کے لیے دور دور سے آنے والوں کا سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا، باہر ملکوں میں بھی ندوی برادری نے تعزیتی جلسے کیے، کئی دنوں تک بکثرت تعزیتی جلسوں کی رپورٹیں آتی رہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ مولانا اپنے نیک اعمال اور خدمات کا صلہ لینے کے لیے: "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي" کا مژدہ سن کر بارگاہ ایزدی میں پہونچ گئے، جہاں امید ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی طویل حدیث کے مطابق آسمان دنیا سے لے کر ساتوں آسمان تک فرشتوں نے ان کی روح کا استقبال کیا ہوگا، مگر اہل خانہ وخاندان کے دلوں کو جو چوٹ لگی اس کے تصور وخیال سے دل ودماغ ماؤف ہونے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھردے اور رحمتوں کی جھڑی لگی رہے۔ آمین

علیك رحمة الرحمٰن تترى
برحمات غواد رائحات

اب ان کے سارے کاموں کی ذمہ داری ان کے چھوٹے بھائی مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے سنبھالی ہے جو صاحب قلم بھی ہیں، اور کئی اداروں کے ذمہ دار، مصلح ومربی اور صاحب وعظ وارشاد بھی، رجوع بھی ان کی طرف بڑے بھائی ہی کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ ان کی عمر دراز فرمائے اور سارے کاموں کے انجام دینے کی قوت وطاقت بخشے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ان دونوں بھائیوں کی تربیت کی طرف پوری توجہ فرمائی تھی، انتقال سے چند روز قبل مسجد کے مشرقی کونے پر روضہ حضرت شاہ علم اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے حضرت نے فرمایا تھا: حضرت شاہ علم اللہ کا فیض جاری رہے گا، جو حضرت کے بعد الحمد للہ جاری ہے اور ان شاء اللہ مولانا سید بلال حسنی کے ذریعہ اس مدت میں اضافہ اور بندگان خدا کو خانوادۂ علم اللّٰہی سے فائدہ پہنچتا رہے گا۔

مولانا عبداللہ حسنی کے منجھلے بھائی حافظ مولانا عمار حسنی ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء کی شاخ "مدرسہ مظہر الاسلام" کے مہتمم ہونے کے ساتھ اپنے دادا حکیم مولانا سید عبدالعلی حسنیؒ کے نسخوں کے ذریعہ دواسازی کرکے "حسنی فارمیسی" کے نام سے جسمانی علاج کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا مرحوم نے اپنی نسبی یادگار اکلوتے فرزند محمد میاں کو چھوڑا ہے جو کم عمر ہیں اور ابھی دو ماہ قبل حافظ ہوئے ہیں، مخدوم ومربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کے حقیقی نواسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نانا اور چچا کی تربیت میں اس کو اس مرتبہ پر پہنچائے اور کام لے، جو اس خانوادہ کی خصوصیت رہی ہے۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆☆

مولانا سید عبد اللہ محمد حسنی ندوی کی رحلت

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

لکھنؤ شہر اور اتر پردیش کے مسلمانوں کے ہردل عزیز مولانا سید عبد اللہ محمد حسنی ندوی ۳۰/ جنوری ۲۰۱۳ء چہارشنبہ کے روز صبح ۱۱/ بجے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جا بسے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون۔

مولانا دار العلوم ندوۃ العلماء کے بڑے اساتذہ میں سے تھے، حدیث شریف ان کا خاص موضوع تھا، وہ حدیث کی کتابیں عالیہ وعلیا درجات میں پڑھاتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی "حجۃ اللّٰہ البالغۃ" کی تدریس میں بھی اچھی مہارت رکھتے تھے، اور اس کا درس دیتے تھے، ان کی عربی زبان کی صلاحیت کے لئے ندوہ کے مشہور عربی پندرہ روزہ رسالہ "الرائد" کے ۱۹۸۰ء سے ۲۰۱۲ء تک ۳۲/ سال کے پرچے دیکھے جا سکتے ہیں، وہ اس میں اداریہ بھی لکھتے تھے اور مضامین بھی اتر پردیش اور بعض دوسرے صوبوں کے متعدد مدارس آپ کی سرپرستی میں چل رہے تھے، غیر مسلمین میں اسلام کے تعارف کے لئے وہ "العافیۃ" نام کا ایک ادارہ چلا رہے تھے، جس میں ہندی دانوں میں اسلام کے تعارف کے لئے ہندی میں خاصا لٹریچر تیار کیا گیا ہے، یہ ادارہ مولانا کی رہنمائی اور سرپرستی میں بڑی کامیابی سے کام کر رہا تھا، مولانا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بہت سے تعلیم یافتہ غیر مسلمین اسلام کی سچائی جاننے کے لئے مولانا کے پاس آتے اور مولانا سے گفتگو کرکے اور ان کی مجلسوں کی گفتگو سن کے اسلام کی سچائی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے، پھر وہ اپنے علاقہ میں وطنی بھائیوں میں اسلام کے بارہ میں بدگمانیوں کو دور کرتے اور اسلام کا صحیح تعارف پیش کرنے کا کام کرتے۔

اتر پردیش اور دوسرے صوبوں کے شہروں کے لوگ ان کو وعظ کے لئے بلاتے، مولانا اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر سفر کرتے اور اپنے دل آویز وعظوں سے لوگوں کو مستفیض فرماتے۔

بے شک اللہ غنی ہے، یہ اس کی سنت ہے، جس کو پیدا کرتا ہے اس کو ایک دن اس دنیا سے بلا بھی لیتا ہے، ہم کو لگتا ہے جانے والا جو کام کر رہا تھا وہ کام اب کیسے ہوگا، اور زبان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ اس کی جگہ پُر ہونا مشکل ہے۔

لیکن رب کا یہ نظام ہے، اس نظام کے سامنے سر تسلیم خم کرکے یہی کہنا پڑتا ہے، "إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون" کسی فارسی شاعر نے عجیب وغریب حقیقت بیان کی ہے کہ جب اللہ کے محبوب نبی سید الانبیاء والرسل سید ولد آدم، اشرف المخلوقات، اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین رسول، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو کسی اور کی کیا بات کی جا سکتی ہے۔

شاعر نے کیسی حقیقت بیان کی ہے ؎

اگر دنیا کسے پائندہ بودے
ابو القاسم محمد زندہ بودے (ﷺ)

الحمد للہ مجھے عبد اللہ میاں کے سلسلہ نسب کے مطالعہ کا شرف حاصل ہے، اس خاندان کے جد امجد سیدنا حضرت علیؓ ہیں، اور اس خاندان کی پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خون جگر سے آبیاری ہوئی، اس خاندان کے دوسرے بزرگ جنتی جوانوں کے سردار سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس خاندان میں محمد ذو النفس الزکیہ جیسے شہید گزرے ہیں، اس خاندان میں شاہ علم اللہ جیسے بزرگ ہیں، اس خاندان میں سید احمد جیسے شہید ہیں، اس سلسلۃ الذہب کا ایک ایک فرد ولایت خاصہ سے متصف رہا ہے، اس خاندان کے ایک بزرگ حکیم سید فخر الدین خیالی پر میں نے تحقیق کا کام کیا ہے، اس لئے اس خاندان کو خوب پڑھنے کا موقع ملا ہے، اس خاندان کی تین پشتیں تو اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں، عبد اللہ میاں کے دادا جان ڈاکٹر عبد العلی جن کی پرورش برطانوی دور میں ہوئی، انہوں نے انگریزی پڑھی تھی، بی ایس سی کیا تھا، ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے، مگر ہمیشہ انگریزوں کی مشابہت سے پرہیز کیا، انہوں نے ایک دن بھی انگریزی لباس زیب تن نہ کیا، یہ تھے عبد اللہ میاں کے دادا جان ڈاکٹر عبد العلی صاحب کے چھوٹے بھائی، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ سے اس دور کا ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے، ان کے علم وفضل اور مقبولیت کا ہر شخص معترف ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، الحمد للہ مجھے ان کی خدمت میں رہنے اور خدمت کرنے کا خاصا موقع ملا، آپ کی متعدد اردو تصانیف کی تبییض کا شرف مجھے حاصل ہے۔

عبد اللہ میاں کے والد صاحب مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی عربی دانی اور دینداری سے سب واقف ہیں، ان کا جاری کیا ہوا عربی مجلہ "البعث الإسلامی" آج بھی عالم عربی میں ایک مقام رکھتا ہے، ان کا مجھ پر بڑا احسان یہ ہے کہ جب میں نے اپنی عربی تعلیم کے لئے جامعۃ الریاض درخواست بھیجی تو مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوست جامعۃ الریاض کے رئیس کو میرے لئے سفارشی خط لکھا اور میرا داخلہ وہاں منظور ہوا۔

مولانا عبد اللہ میاں کے بچپن کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے، میں ابتداء میں مرکز تبلیغ واصلاح کے مکتب میں مدرس مقرر ہوا تھا، پھر مدرسہ ثانویہ ندوۃ العلماء اسی دوران میں منتقل ہوا، حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر ۱۹۶۲ء سے شام کے وقت روزانہ دو گھنٹے ان کے مکتبۂ اسلام، (جو ماہنامہ "رضوان" کا دفتر بھی تھا) میں خدمت انجام دیتا تھا، یہ سلسلہ ۱۶/ سال ۱۹۷۸ء تک چلتا رہا، اس لئے مولانا عبد اللہ جو اس وقت چھوٹے تھے تقریباً روزانہ ان سے ملاقات ہوتی تھی، وہ عموماً میرے پاس آکر بیٹھ جاتے اور کچھ پڑھتے تھے، مولانا عبد اللہ میاںؒ کی ابتدائی تعلیم متوسطہ تک میری ہی نگرانی میں ہوئی ہے، جب ان کی عربی شروع ہوئی تو انہوں نے اصرار کیا کہ "میں گھر پر آپ ہی سے عربی بھی پڑھوں گا" جب کہ میں عربی سے نابلد تھا، میں نے کوشش کرکے ایک ندوی کو ٹیوٹر کے طور پر مقرر کروا کر پیچھا چھڑایا، دار العلوم کا مدرسہ ثانویہ (جو اب معہد دار العلوم کہلاتا ہے) کی تعلیم تک عربی کے سوا تمام مضامین اردو، ہندی، حساب وغیرہ عبد اللہ میاں کو میں نے ہی پڑھایا، اس لیے ان کا بچپن بہت قریب سے دیکھنے کو ملا۔

اس دور کے لئے اگر میں قسم کھاؤں کہ میں نے کبھی عبد اللہ میاں کو ٹھٹھا مار کر ہنستے نہیں دیکھا، کبھی کسی بچہ سے لڑتے نہیں دیکھا، کبھی کوئی شرارت کرتے نہیں دیکھا تو میں حانث نہ ہوں گا۔

مدرسہ ثانویہ کی تعلیم مکمل کرکے ہمارے مولانا عبد اللہ میاں دار العلوم کے درجات میں داخل ہوئے، عالم ہوئے، فاضل ہوئے پھر وہ سارے کام سنبھالے جو ان کے لئے مقدر تھے، جن کا اشارہ اوپر کیا جا چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حکمت اور موعظت حسنہ کی نعمت سے نوازا تھا، ان سے گفتگو کرکے مخالف بالکل مطمئن ہو جاتا، اس سلسلہ کا میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں کہ ایک صاحب دعوت کا کام بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور حکم ملا کہ محنت میں اضافہ کرو اور داڑھی منڈا دو، (یہ ان کے بیان کا مفہوم ہے) شاید وہ یہ سمجھے کہ یہ داڑھی غیروں کے لئے اور زیادہ پڑھے، داڑھی منڈانے والے لوگوں کے لیے رکاوٹ بن رہی ہے، اس لئے منڈانے کا اشارہ ملا ہے، وہ منڈانے کو تیار تھے، مجھ نا سمجھ سے اگر اس شخص کا واسطہ پڑتا تو میں اپنی سمجھ کے مطابق کہتا کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم دیا ہے، وہ خواب میں بھی داڑھی منڈانے کا اشارہ نہیں دے سکتے، یا تو تم خواب سمجھے نہیں یا غلط بیانی سے کام لے رہے ہو، ظاہر ہے میری اس بات سے وہ بیچارہ الجھ کر رہ جاتا اور راہ نہ پاتا مگر واہ رے عبد اللہ میاں، عبد اللہ میاں کو معلوم ہوا تو اس شخص سے فرمایا! میاں خواب کا حکم براہ راست نہیں لیا جاتا، خواب کی ایک تعبیر ہوتی ہے، تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم دعوت کے کام میں اپنی محنت بڑھاؤ اللہ مدد کرے گا، اور پروپگنڈے اور نام سے بچو، (یہ مولانا کی بات کا مفہوم ہے)، اس کی آنکھیں کھل گئیں، اس نے اپنی محنت بڑھا دی، اور داڑھی منڈانے کے گناہ سے باز رہا۔

عموماً لوگ جب علم وفضل اور منصب میں بلند ہو جاتے ہیں تو اپنی ابتدائی تعلیم کے اساتذہ کو بھول جاتے ہیں، ہمارے مولانا عبد اللہ میاں میں یہ بات نہ تھی، وہ اپنی ابتدائی تعلیم کے اساتذہ کی ویسی ہی عزت کرتے جیسے اپنی اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کی۔

ہمارے مولانا عبد اللہ میاں ۲۹/ جنوری ۱۹۵۷ء کو اس دنیا میں تشریف لائے، ۳۰/ جنوری ۲۰۱۳ء کو وفات پائی، اس طرح آپ کو ۵۶

سال کی عمر ملی، اس ۵۶ سال میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے بڑے کام لیے۔

مولانا عبد اللہ میاں کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ جب دار العلوم ندوۃ العلماء کی فیلڈ میں مغرب بعد نماز جنازہ ہوئی تو پندرہ ہزار سے زیادہ لوگ شریک ہوئے، نماز جنازہ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم نے پڑھائی، پھر جنازہ مولانا کے آبائی وطن تکیہ کلاں رائے بریلی لے جایا گیا، وہاں دوسری نماز جنازہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ناظم ندوۃ العلماء نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ پڑھائی اور ان کے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالیٰ مولانا کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور ان کی مبارک روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

مولانا نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اور اہلیہ کو چھوڑا، صاحب زادے محمد میاں کی عمر تقریباً ۱۲ر سال ہوگی، وہ حافظ قرآن ہیں، ان کی تعلیم جاری ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد کا سچا جانشین بنائے، مولانا کے دو بھائی ہیں، مولانا عمار حسنی اور مولانا بلال حسنی، دونوں حضرات ندوی فاضل ہیں، اور دونوں ہی ایک ایک ادارہ چلا رہے ہیں، مولانا عمار حسنی ندوی مدرسہ مظہر الاسلام میں مدرس ہیں اور منصب اہتمام سنبھالے ہوئے ہیں، جب کہ مولانا بلال میاں میدان پور رائے بریلی کے مشہور مدرسہ ضیاء العلوم کے ذمہ دار ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں بھائیوں کو ہمارے عبد اللہ میاں کے جاری کردہ مشن کو باقی رکھنے اور اچھے ڈھنگ سے چلانے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

مولانا عبد اللہ میاں سے میرے بڑے گہرے روابط تھے، وہ میرے گھر بھی جا چکے تھے۔ وہ میرے بڑے بیٹے مطلوب احمد ندوی اور پوتے عبد الکریم ندوی کے استاد تھے، دونوں سے مولانا بڑی شفقت فرماتے اور دونوں مولانا کا بڑا احترام کرتے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اذکروا محاسن موتاکم" اس کے تحت یہ سطریں لکھیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

☆☆☆☆☆

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

مولانا نظام الدین فخر الدین (پونے، مہاراشٹر)

دنیائے آب وگل میں قدرت کا بنایا ہوا نظام موت وحیات جاری وساری ہے، زندگی اور موت لازم وملزوم ہے، ہر پیدا ہونے والا موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے، مگر بہت کم اولوالعزم شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو موت کو گلے لگانے سے پہلے ہزاروں مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہیں، دلوں کی وہ زمین جو بنجر ہو چکی تھی اس میں روحانی تازگی پیدا کر دیتی ہیں، اگرچہ کہ ان کی حیات مستعار کا چراغ خاموش ہو جاتا ہے، مگر ان کی زندگی کے کارنامے صدیوں پر اثر انداز ہو کر "بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی" کے مصداق ہوتے ہیں، ان کی پرسوز زندگی غم انسانیت میں تڑپ کر "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما" کی تفسیر بن جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ ایسی ہی ایک درخشاں شخصیت کے حامل عالم دین تھے، وہ دور جدید کے طوفان سے آشنا تھے، ان کی بصیرت نے بھانپ لیا تھا کہ ترقی کے نام پر آشیانے شاخ نازک پر بن رہے ہیں جو ناپائیدار ہیں، یہ ٹوٹیں گے تو انسانیت ٹوٹ کر بکھر جائیگی، مولاناؒ کی زندگی شمع کی طرح پگھلتی رہی اور تاریک انسانیت کو روشنی بانٹتی رہی، حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا علم عمیق اور فکر صالح اور وسیع تھی، مولاناؒ کا چہرہ دیکھ کر ہی لوگ کہہ اٹھتے کہ: "یہ اللہ والا ہے"۔ آپ کی تقریر کیا تھی، ایک درد تھا جو امنڈ امنڈ کر آتا تھا، تقریر کا ایک ایک لفظ اضطراب تھا، ایک ایک جملہ پر اثر ہوتا، سادگی، اظہار حق آپ کا شعار تھا، بہت تھوڑی عمر میں بہت بڑے کام کر گئے، اسی کا نام ہے: "زندگی میں برکت"۔

میری حضرت والا سے بارہا ملاقات ہوئی، بڑے مخلص، ملنسار تھے، اب بھی آپ کی مسکراہٹ آنکھوں کے سامنے ہے، مولاناؒ میں تواضع، خاکساری، متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اجنبی آدمی سے بھی ایسا پرجوش ملتے جیسے برسوں کی شناسائی ہو، آپ کی تحریر وتقریر تصنع سے پاک رہتی، چراغ انسانیت جو بستی بستی، گاؤں گاؤں روشنی بکھیرتا رہا، ۳۰ر جنوری ۲۰۱۳ء کو خاموش ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی

ایک داعی، ایک مصلح، ایک مربی

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

"ہمارے محلہ کی رونق چلی گئی، برکت اٹھ گئی، بہار رخصت ہوگئی، لگتا ہے یہ سانحہ آپ کے گھر میں نہیں ہمارے گھر میں پیش آیا ہے، نقصان صرف آپ کا نہیں ہم سب کا ہوا ہے، یہ ایسے مولانا تھے جن سے ہم ہر وقت مل سکتے تھے، ہر بات کہہ سکتے تھے، اپنے مسائل ان کے سامنے رکھ سکتے تھے، وہ بات توجہ سے سنتے تھے، مسکرا کر جواب دیتے تھے، دماغ کو تو مطمئن کرتے ہی تھے اپنی مسکراہٹ سے دل کو بھی خوش کر دیا کرتے تھے"۔

یہ تھے تأثرات محلہ والوں کے جو انکی زبان پر آئے، کسی تعزیتی جلسے میں نہیں، راہ چلتے ہوئے، مسجد سے گھر اور گھر سے مسجد جاتے ہوئے، لوگوں نے کچھ اس طرح اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا، سچائی کے ساتھ، سادگی کے ساتھ، خلوص کے ساتھ، اور نیک نیتی کے ساتھ۔

ہوسکتا ہے کہ آپ سوچ رہے ہوں کہ اتنی بڑی شخصیت، کام کا اتنا وسیع میدان، اتنی متنوع خدمات، اتنا بڑا حلقہ، اور ہر حلقہ میں اس طرح کی پذیرائی، اور ذکر صرف محلہ کا، پڑوس کا، گلی میں چلتے پھرتے لوگوں کا، گھر اور مسجد کے درمیان ایک مختصر سی مسافت کا۔

سوچتے ہوں تو سوچئے اور خوب سوچئے، کیوں کہ یہی چیز ہے سوچنے کی، غور کرنے کی، سمجھنے کی، اور سب سے بڑھ کر اپنانے کی، سابقہ کس کو آپ سے پڑتا ہے؟ ہر ہر موقع پر سامنا کس کا آپ سے ہوتا ہے؟ معاملہ کس سے بنتا اور بگڑتا ہے، ٹکراؤ کس سے اور کب کب ہوتا ہے؟ انہی پڑوسیوں سے، رشتہ داروں سے، محلہ کے لوگوں سے، مسجد میں آمد ورفت رکھنے والوں سے، محلہ کے دکان داروں سے، راستہ میں بھیڑ لگائے محلہ کے نوجوانوں سے، اگر ان کی نظر میں آپ اچھے ہیں، انکی گواہی آپ کے حق میں ہے، ان کے دلوں میں آپ کے لیے جگہ ہے، ان کو آپ کے جانے سے دُکھ ہوا ہے، ان کی زبان پر آپ کا ذکرِ خیر ہے، تو واقعی آپ اچھے ہیں، اب نہ آپ کو کسی سند کی ضرورت ہے، اور نہ کسی کی گواہی کی۔

وہ میرے ماموں زاد بھائی تھے، پڑوسی تھے، آنے جانے کا ایک ہی راستہ تھا، ایک ہی دسترخوان بچھتا تھا، ناشتہ، کھانا، ایک ہی جگہ ہوتا تھا، عصر بعد ان کی مجلس کو روزانہ ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا، مہمانوں کے ساتھ ان کا سلوک، قرابت داروں کے ساتھ ان کا معاملہ، پڑوسیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ، کان بھی اس کے گواہ ہیں، اور آنکھ بھی، ہر چیز میں ان کو مثالی پایا، نمونہ ہمارے لیے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اپنائے بس وہی ایک مثالی ہے۔

جب تک ان کی صحت نے ساتھ دیا، زندگی کا مقصد دعوت اور عبادت کو بنایا، نہ دعوت حائل ہوئی عبادت کے راستے میں، اور نہ عبادت کوتاہی کا سبب بنی دعوت کے معاملہ میں، دونوں میں سے ایک پہلو کو اختیار کرنے والے تو آپ کو بہت مل جائیں گے، لیکن دونوں پہلوؤں کو صحیح تناسب کے ساتھ لے کر چلنے والے آپ کو خال خال ہی نظر آئیں گے، سیرت نبوی کا مطالعہ اگر آپ نے کیا ہوگا، اور سیرت کی کسوٹی پر عمل کو پرکھنے کا فن آپ کو آتا ہوگا، تو آپ کا دل خود یہ گواہی دے گا کہ مولانا عبد اللہ حسنی ندوی مرحوم نے اپنی زندگی میں سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پہلوؤں کو کس طرح سمو لیا تھا۔

ہرقل اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی گفتگو، سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے، اس گفتگو کی روشنی میں لوگوں کے بارے میں اچھی یا بُری رائے قائم کرنا آسان ہے، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے سوالوں کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف بیان فرمائے ان اوصاف کی معمولی سی جھلک بھی اگر کسی کے یہاں نظر آئے گی تو وہ اس کے قد کو اتنا اونچا اور اتنا بلند کر دے گی کہ لوگ اس پر رشک کریں گے، اور اس مقام تک پہونچنے کی تمنا کریں گے۔

بات یہ معمولی نہیں بڑی اہم ہے کہ جو مولانا مرحوم سے جڑا وہ پھر ان سے الگ نہیں ہوا، ضرورت انسان کو کہیں بھی لے جاسکتی ہیں، یہ ضرورت ان سے تعلق رکھنے والوں کو بھی ادھر سے ادھر لے گئی، شہر چھٹا، ملک چھٹا، آدمی سمندر پار پہونچا، لیکن رابطہ تھا کہ اسی طرح برقرار رہا، دوری نے محبت کی تپش میں اور اضافہ ہی کیا، وجہ اس کی دنیا کچھ بھی بیان کرے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ قول وعمل کی یکسانیت اور ظاہر وباطن کی ہم آہنگی تھی، سادگی تھی، تواضع تھی، نرمی تھی، کردار تھا، ایثار

تھا، اور ہمدردی کے ساتھ دوسروں کے جذبات و احساسات کا پورا خیال تھا۔

ان سے تعلق رکھنے والوں میں بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی، جو معاشرہ میں وہ مقام نہیں رکھتے تھے جو مقام لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کا باعث بنتا ہے، ایسے لوگوں کو مجلسوں میں جگہ ملتی ہے لیکن کچھ دور، توجہ تو ان کی طرف کی جاتی ہے لیکن ذرا کچھ فاصلہ سے، کیوں کہ ان کے پاس نہ تو دولت ہوتی ہے نہ وجاہت ہوتی ہے، نہ نسبت ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہری شان وشوکت، لیکن ایسے حضرات کو میں نے چھوٹے بھیا عبد اللہ کی مجلسوں میں بہت قریب پایا، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسے کسی شخص کو انہوں نے ناشتے یا کھانے کے موقع پر ناشتہ یا کھانا کسی اور کے ذریعہ بھجوادیا ہو، اور خود گھر میں گھر والوں کے ساتھ کھایا ہو، یا دسترخوان پر ان کی توجہ اس کے مقابلہ میں دوسروں پر زیادہ رہی ہو، یا گفتگو میں اس کو نظر انداز کیا ہو، یا اس کے سوال کا جواب بے اعتنائی سے دیا ہو، وہ بے وقت آئے، آرام کے موقع پر آئے، ضرورت سے آئے یا بے ضرورت آئے، لگتا تھا کہ وہ استقبال کے لیے پہلے سے تیار بیٹھے ہیں۔

عہدوں کا تذکرہ، اور عہدہ داروں کی پذیرائی، دولت کا ذکر اور دولت مندوں کی عزت وتوقیر سے کون سی مجلس پاک ہے، تلاش کرنا پڑتی ہیں ایسی مجلسیں اور ڈھونڈنے پڑتے ہیں ایسے افراد، جن کی مجلس میں عزت ملتی ہو دین کی بنیاد پر، علم کی بنیاد پر، عمل کی بنیاد پر، مولانا سید عبد اللہ حسنی کی مجلس انہی نادر ونایاب مجلسوں میں سے ایک تھی۔

مولانا سید عبد اللہ حسنی ایک دوا ساز کمپنی (حسنی فارمیسی) کے مالک تھے، درس وتدریس، تعلیم وتربیت، دعوت واصلاح کے ساتھ ساتھ کاروبار سے بھی منسلک تھے، کاروبار سے متعلق ان کے ذہن میں جو منصوبے ہوں، دل ودماغ میں ان کے جس طرح کے خیالات ہوں، لیکن کاروبار کے لیے فکرمند، اس کی ترقی کے لیے کوشاں ان کو کبھی نہیں دیکھا، قناعت، زہد، اور سادگی نے ان کو آمدنی اور آمدنی کے ذرائع کی فکر سے بالکل آزاد کر رکھا تھا، ان کو فکر تھی تو صرف دعوت کی، کوشش تھی تو صرف معاشرہ کی اصلاح کی، خیال تھا تو صرف لوگوں کی تربیت کا، یہی فکر انکی غذا، یہی کوشش انکی دوا، اور یہی خیال ان کے لیے تسکین قلب کا سامان تھا۔

غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے والے وہ اکیلے نہیں تھے، نہ جانے دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں، اپنے اپنے علاقے میں، اپنی اپنی سطح پر، اپنے اپنے انداز سے، نہ میں نے سب کو دیکھا ہے، اور نہ مجھے سب کا علم ہے، لیکن مولانا عبد اللہ حسنی کو ضرور میں نے قریب سے دیکھا ہے، موبائل پر انکو گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، اور غیر مسلموں سے ملاقات کرتے ہوئے ان کو دیکھا ہے، اسلام لانے کی خبر پر ان کی آنکھوں کی چمک اور چہرہ پر خوشی کی وہ لہر ہم میں سے ہر شخص صاف محسوس کر لیا کرتا تھا، لگتا تھا کہ وہ پیاسے تھے ان کو پانی مل گیا، بے چین تھے ان کو قرار آگیا، اور پھر کام ان کا یہیں پر ختم نہیں ہوجاتا تھا، نومسلموں کی پوری فکر، ان کی ضرورتوں کا پورا خیال، ان کے مسائل حل کرنے سے پوری دلچسپی اور مستقبل کے اندیشوں کو لے کر ان کے لیے مادی وسائل فراہم کرنے کا پورا اہتمام، یہ انکی ایسی خصوصیت تھی جو کم داعیوں میں نظر آتی ہے۔

تحفے کسے نہیں ملتے، اور ہدایا کس کو نہیں پہونچتے، ان میں مہنگے بھی ہوتے ہیں اور سستے بھی، پسندیدہ بھی ہوتے ہیں اور ناپسندیدہ بھی، لیکن ہوتا یہ ہے کہ پسندیدہ اور قیمتی تحفے رکھ لیے جاتے ہیں اپنے استعمال کے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے، اور معمولی تحفوں اور غیر مرغوب چیزوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے آنے جانے اور ملنے جلنے والوں میں اور نام دیا جاتا ہے اسکو دریا دلی اور سخاوت وفیاضی کا، لیکن مرحوم کا مزاج اس سلسلہ میں لوگوں سے کچھ مختلف تھا، ان کے ہاں مہنگا اور سستا، معمولی اور عمدہ، پسندیدہ اور ناپسندیدہ کی کوئی قید نہیں تھی، وہ قیمتی سے قیمتی چیز بڑی خوشی سے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے اور پسندیدہ سے پسندیدہ چیز بڑی آسانی سے دوسروں کو کھلا دیا کرتے تھے۔

وہ اس مقام پر پہونچ گئے تھے جہاں خدمت کے لیے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوتی ہے، غیروں کو تو جانے دیجئے، تکلف ہوتا ہے ان سے کام کرانے میں اور جھجھک ہوتی ہے ان سے خدمت لینے میں، گھر میں، بھانجوں اور بھتیجوں کی موجودگی میں، وہ اپنا کام خود کرتے تھے، عصر بعد کی مجلس میں شریک لوگوں کے لیے چائے کا تھرماس خود لے کر جاتے تھے، مہمان آتا تو کھانے پینے کا سامان خود پہنچاتے تھے، ان کے چھوٹے خود سے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے وہ چیزیں لینے کی کوشش کرتے، کبھی کامیاب ہوتے اور کبھی ناکام۔

شریعت کے خلاف عمل میں وہ خاموش نہیں رہتے تھے، ٹوکتے تھے، غلط بولنے پر اصلاح کرتے تھے، بدسلیقگی اور پھوہڑپن پر تنبیہ کرتے تھے، لیکن جب [illegible] خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ، نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ ان کے ٹوکنے کا اثر

پڑتا تھا، دل انکی بات کو قبول کرتا تھا، اور ان کا ٹوکنا کبھی کسی کو برا نہیں لگتا تھا۔

وہ ایک داعی کے ساتھ ساتھ ایک مصلح بھی تھے، یہ الگ بات ہے کہ انکی زندگی کا دعوتی پہلو زیادہ نمایاں ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی کا اصلاحی پہلو کچھ دبا ہوا نظر آتا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہاں دعوتی اور اصلاحی دونوں پہلو ایک ساتھ حرکت کرتے نظر آتے ہیں، جس طرح ان کی دعوت نے غیر مسلموں پر گہرا اثر ڈالا اسی طرح ان کی اصلاحی کوششوں نے بدعقیدہ لوگوں کی زندگیوں کو بدلنے میں بڑا کام کیا، کتنے گھرانے ایسے تھے جہاں عقیدہ کی شکل بگڑ چکی تھی، دین کے نام پر خرافات کا ایک سلسلہ تھا، الٹی سیدھی رسموں نے ان گھرانوں کو پوری طرح جکڑ رکھا تھا، لیکن تواضع اور سادگی کے رنگ میں انکی حکیمانہ اصلاحی کوششوں نے اپنا اثر دکھایا اور آخر کار ان گھرانوں میں بھی توحید وسنت کا پرچم لہرایا۔

متعدد مدرسوں کے وہ ناظم تھے، مختلف انجمنوں کے وہ صدر تھے، اور ایک نہیں کئی کئی سوسائٹیوں کے وہ سرپرست تھے، لیکن نہ ان میں ناظموں والی شان تھی، نہ صدور اور سرپرستوں والی آن بان، نہ ان کے پاس اپنی کوئی سواری تھی، نہ ان کا اپنا کوئی آفس تھا، اور نہ ان کا اپنا کوئی ذاتی خدمت گار، وہ سادگی کا ایک نمونہ تھے اور تواضع کا ایک پیکر، وہ صرف عبد اللہ تھے یعنی (خدا کا بندہ) اور یہی بندگی مؤمن کی معراج ہے، یہی بندگی اس کے لیے راہ نجات ہے، یہی بندگی اس کا سب سے بڑا اعزاز اور یہی بندگی اس کے لیے سب سے زیادہ شرف وعزت کی بات ہے۔

زندگی کے ساتھ جس طرح موت لگی ہے صحت کے ساتھ اسی طرح بیماری، اچانک آنے والی موت سے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے، بیمار ہونا، تکلیف میں مبتلا ہونا، زحمت میں پڑنا مؤمن کے لیے باعث رحمت ہے اور اگر صبر کے ساتھ ہے تو عبادت ہے، ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو کفارہ بنتا ہے، نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے، دل کی صفائی کرتا ہے، روح کو طاقت بخشتا ہے، درجات کو بلند کرتا ہے، اپنے اس بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے نوازا، بیماری دے کر، کرم فرمایا صبر دے کر، رحم فرمایا تکلیف سے بچا کر، مغفرت کا مژدہ سنایا بندگی کی توفیق دے کر۔

بیماری لاحق ہوتی ہے، کمزوری ہے کہ بڑھتی چلی جارہی ہے، اور غذا ہے کہ کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے، لیکن جب پوچھئے، الحمد للہ، زبان پر یہ کلمہ کس کے حکم سے جاری ہوا؟ یہ فضل خداوندی نہیں ہے تو اور کیا تھا۔

بیماری میں تو لوگوں کی نمازیں چھٹتی ہیں، یہاں نماز چھٹنا تو دور کی بات، جماعت بھی ایک وقت کی نہیں چھٹی، زندگی کی جو آخری نماز تھی وہ بھی جماعت ہی کے ساتھ ادا کی، دو آدمی دائیں اور بائیں طرف سے سہارا دے کر بیٹھاتے تھے اور خدا کا یہ بندہ امام کی اقتدا میں اپنی نماز ادا کرتا تھا۔

دنیا سے رخصت ہونے کے بعد رخصت ہونے والے کے متعلقین بیٹھتے ہیں وراثت کی تقسیم کے لیے، یا جمع ہوتے ہیں جانے والے کے اہل وعیال کے معاشی مسئلے کو حل کرنے کے لیے، لیکن یہ جانے والا ایسا تھا کہ اس کے متعلقین جمع ہوتے ہیں اس کے دعوتی، تربیتی اور اصلاحی کاموں کی تقسیم اور ترتیب کے لیے۔

مبارک تھی اس کی زندگی، مبارک تھی اس کی بیماری، اور مبارک تھی اس کی موت، زندگی گذری دعوت کے ساتھ، بیماری گذری صبر کے ساتھ، اور موت آئی خدائے واحد کی بندگی کے ساتھ۔

قرآن مجید کی ایک سورہ ہے، نام اسکا سورہ کہف ہے، اس سورہ میں ایک آیت ہے: ﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾ [الکہف/۸۲]

(رہی یہ دیوار تو وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا اور ان دونوں کا باپ ایک نیک صالح آدمی تھا اس لیے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی عمر کو پہونچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، یہ سب آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہوا)۔

یہ آیت سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ایک صالح باپ کی کمسن اولاد کے لیے ایک بشارت اور ایک خوشخبری ہے، یقین ہے قرآن کریم کی اس آیت پر، اور یقین ہے رحمٰن کی رحمانیت اور رحیم کی رحیمیت پر، کہ وہ اس صالح باپ کے کمسن بیٹے پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا، اور وہ بیٹا آسمان علم وفضل پر ایک ستارہ بن کر چمکے گا اور رشد وہدایت کا سورج بن کر دنیا کو راہ دکھانے کا کام کرے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے والد مرحوم کی تمام دعائیں اس کے حق میں قبول فرمائے، اور اسکو اپنے والد سے زیادہ عزت، محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائے، کیوں کہ یہی ہر باپ کی تمنا اور یہی ہر باپ کی آرزو ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ

چند یادیں اور چند باتیں

شیخ ابرار احمد ندوی

حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہم سبھی کے لیے خاص طور سے ندوی برادران کے لیے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، مولانا ایک عملی اور مثالی شخصیت کے حامل تھے، اسی وجہ سے مولانا میں ایسی جاذبیت تھی کہ ہر فرد اپنے آپ کو مولانا سے انتہائی قریب سمجھتا تھا اور حقیقت یہی ہے کہ مولانا سبھی کو اپنے سے قریب رکھتے اور پوری محبت و شفقت دیتے تھے، شناسا اور اہل تعلق کی بات نہیں، نئے اور اجنبی لوگ بھی پہلی ملاقات کے بعد مولانا سے مانوس اور متاثر ہو جاتے تھے۔

مولانا کی باتیں اور یادیں ہم میں سے بہت سے حضرات کے ساتھ وابستہ ہیں جن کو بتانے والے بتا رہے ہیں، لکھنے والے لکھ بھی رہے ہیں، مولانا کی کچھ باتیں اور یادیں سوہان روح بن کر مجھ بے بضاعت کو بھی بے تاب کیے ہوئے ہیں، شاید یہ تحریر اس درد کا کچھ درماں ثابت ہو۔

مولانا کی ایک بڑی خوبی لوگوں کو نفع پہنچانے کا جذبہ تھی، اس میں مولانا "خیر الناس من ینفع الناس" کی عملی تصویر تھے، یہ جذبہ بڑا ہمہ گیر تھا، تمام معاملات میں چاہے تعلیم کا ہو یا تربیت کا، مالی تعاون کا ہو یا اخلاقی رہنمائی کا، شناسا لوگوں کے ساتھ ہو یا اجنبی لوگوں کے ساتھ، یکساں جھلکتا تھا، اس جذبہ صادق سے مولانا اتنے سرشار تھے کہ اس راہ کی دشواریوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے، بلکہ اس سلسلہ میں خطرات سے بھی نہیں گھبراتے تھے۔

ایک مرتبہ ضلع جالون (یوپی) کے مضافات میں ایک نومسلم بھائی کی دعوت پر ایسی بستی میں تشریف لے گئے جہاں دور دور تک کوئی مسلم آبادی نہیں تھی، پوری بستی صرف برادران وطن کی تھی، اس علاقہ کے اہل تعلق نے حالات کی سنگینی کا مولانا سے اظہار بھی کیا، لیکن یہاں "العشق نار تحرق ماسوی المطلوب" کی کیفیت طاری تھی، جہاں اسلام کی شمع پہلی مرتبہ روشن ہونا ہو، مولانا اس خیر کو کیسے گنوا سکتے تھے، الحمد للہ ۱۰، ۱۲ امردوزن مشرف باسلام ہوئے اور سوا سو لوگ اسلام کے پیغام سے متعارف ہوئے، میزبان کے اصرار پر رات بھی اسی بستی میں گزاری، گرچہ یہ رات اہل تعلق اور رفقائے سفر کے لیے بڑی پرخطر اور اندیشوں سے گھری ہوئی تھی، لیکن مولانا پر اطمینان کی کیفیت طاری تھی۔

یہاں برادران وطن نے اپنی روایت کے مطابق گلہائے عقیدت سے استقبال کیا، مولانا اس منظر کو دیکھ کر آبدیدہ تھے، اور فرما رہے تھے مولوی صاحب! دعوت کا کام اب کتنا آسان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس راہ میں پتھر ملے، ہمیں پھول مل رہے ہیں اور فرمایا دعوت کا کام کرنے کے لیے صرف ہمت درکار ہے۔

ایک مرتبہ ضلع بستی کا سفر تھا، مولانا انیس احمد ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء بھی رفیق سفر تھے، موسم سخت گرمی کا تھا، ٹھیک دوپہر کا وقت تھا، گاڑی تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد پنکچر ہو گئی، پہیہ تبدیل کیا گیا، پھر دوسری مرتبہ ایسی جگہ پنکچر ہو گئی جہاں درستگی کا بھی کوئی نظم نہیں، دھکے لگا کر گاڑی کو کنارہ لگایا گیا، پہیہ نکال کر دوسری جگہ بڑی دشواری سے بھیجا گیا، مولانا پسینہ سے شرابور تھے، سفر کی صعوبت مستزاد تھی، لیکن مولانا کے چہرہ پر نہ کوئی پریشانی کے آثار نہ زبان پر کوئی حرف شکایت، مولانا کا یہ طرز عمل میزبان کی ندامت اور ہماری کلفت کو کافور کر رہا تھا، پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحبان! سفر میں تو یہ سب کچھ ہوتا ہی ہے، اس جملہ سے ہم نااہلوں کو مولانا کی اولوالعزمی، اعلیٰ ظرفی اور رضا بالقضاء کا اندازہ ہوا، اور زندگی میں ایک عملی درس ملا۔

اسی طرح راجستھان کے سفر میں ہم آمنے سامنے برتھ پر بیٹھے ہوئے تھے، گرمی ہی کا موسم تھا، مولانا کی نشست پر دھوپ تھی، عرض کیا گیا آپ میری نشست پر تشریف لے آئیں، مولانا نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں، پھر فرمایا: مولوی صاحب! انسان کو ہر طرح کا عادی ہونا چاہیے، اور مولانا دھوپ کی کلفت کو برداشت کرتے رہے، یہ آپ کی زندگی کے عملی تابندہ نقوش ہیں جو لوح قلب پر ثبت ہو گئے ہیں۔

مولانا مسلمانوں اور خاص طور سے دیندار کہے جانے والوں کی بے دینی کے حالات سن کر آہ بھرتے تھے اور فرماتے تھے: بھائیو! مسلمان تو اب بوڑھے ہو گئے ہیں، اس امت کو نئے خون کی ضرورت ہے، بس اسی جذبہ اور امید میں مولانا نومسلم بھائیوں کی بڑی فکر فرمایا کرتے تھے اور ان کو ایک شفیق باپ کا پیار دیتے تھے اور ان کی ہر طرح

کی ضروریات کی تکمیل مولانا کی پہلی ترجیح ہوتی تھی، بعض نومسلم بھائیوں کے ساتھ تو ہم نے ایسا محسوس کیا کہ مولانا باپ کی شفقت کے ساتھ ماں کے پیار کی بھی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔

ابھی اخیر برسوں میں نومسلم بھائیوں کی آمد ماشاء اللہ اچھی خاصی بڑھ گئی تھی، بے چارے آداب زندگی اور مولانا کے معمولات سے کیسے واقف ہو سکتے تھے، بسا اوقات بعض نوجوان رات دو بجے تین بجے ہی فون کر دیا کرتے تھے، کوئی حالات سناتا، کوئی خواب سناتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگتا، مولانا ان سب باتوں کو برداشت فرماتے، اور کبھی یہ فرماتے یہ باتیں طبعیت پر بار تو ہوتی ہیں، لیکن کیا کریں، کام ہی ایسا ہے، جب تک ان کے مسائل کو اپنے مسائل نہیں بنائیں گے اس وقت تک کام بھی نہیں ہوگا۔

مولانا کی ایک بڑی خوبی مردم سازی تھی، اس میں مولانا کا طرز عمل یہ تھا کہ جس میں جو صلاحیت ہوتی اس سے وہی کام لیتے اور اسی کام کا مشورہ دیتے تاکہ ہر شخص اپنی صلاحیت میں نکھر سکے، بسا اوقات برادرم مولانا عبد السلام خطیب ندوی بھٹکلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء اور میں سفر میں ساتھ ہوتے، آرام کے وقت کوئی خدمت کی سعادت لینا چاہتے تو مولانا فرماتے: آپ لوگوں کا یہ کام نہیں ہے، پھر فرماتے ہر ایک کا کام الگ ہے، جس کا جو کام ہے اس سے وہی کام لینا چاہیے۔

اسی وجہ سے مولانا سے ہر طبقے کے لوگ فیضیاب ہو رہے تھے اور جو وابستہ ہو جائے پھر کبھی ساتھ نہ چھوڑتے تھے، اسی طرز عمل کی برکت سے مولانا کا فیض صرف دعوتی میدان میں منحصر نہیں تھا بلکہ ہمہ جہت تھا، آپ کے افراد دعوتی میدان میں، مدارس میں، اسکول و کالجز میں، رفاہی کاموں میں اور سیاسی میدان میں بھی تیار ہو رہے تھے۔

مولانا کو مدارس کے طلبہ کی بڑی فکر دامن گیر رہتی تھی، اور جب لوگ مدارس کی کثرت اور مطلوبہ نتائج سے محرومی کا شکوہ کرتے تو آپ فرمایا کرتے: جب ترتیب ہی الٹی ہے تو مطلوبہ نتائج کہاں سے حاصل ہو سکتے ہیں؟ ترتیب درست کر لیجیے ان شاء اللہ بہتر نتائج سامنے آئیں گے، پھر فرماتے، طلبہ کے چار درجے ہیں:

۱۔ جو تعلیم میں اول درجہ کے ہوں ان کو مدارس میں لگ جانا چاہیے۔

۲۔ جو ان سے کم دوم درجہ کے ہوں ان کو خلیجی ممالک اور بیرون بھیجا جا سکتا ہے۔

۳۔ سوم درجہ کے طلبہ کو یونیورسٹی اور عصری تعلیم میں لگایا جا سکتا ہے۔

۴۔ اور چہارم درجہ کے طلبہ تجارت و کاروبار میں لگ سکتے ہیں۔

جب عام مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کی بات ہوتی تو مولانا فرماتے: ہمارے ہندوستان کے ہر مسلم بچہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات سے روشناس کرانا فرض اولین ہے، خاص طور سے بت شکنی کا واقعہ، ورنہ ہندوستان کے اس ماحول میں شرک کی شناعت ان کے قلوب سے نکل جائے گی۔

اور ہر شخص کو اپنی ذات کی فکر پر متوجہ کرتے ہوئے فرماتے، یاد رکھنا چاہیے، قلب سلیم کے تین بنیادی کام ہیں: دعا، عبادت اور دعوت، اور فرماتے: عبادت اصل ہے اور عبادت کے دو پر ہیں: دعا اور دعوت۔

ان سب باتوں کے ساتھ مولانا اپنے تئیں بھی بڑے محتاط تھے، آپ کی فرط احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی مدرسہ میں کھانا تناول فرماتے تو مطبخ میں بطور چندہ رقم عنایت فرما دیتے، مقصد مال زکوٰۃ سے اجتناب ہوتا۔

عام مالداروں کے یہاں پرتکلف طعام و قیام مولانا کو پسند نہیں تھا، برملا میزبان سے اس تکلف اور اہتمام اور اس کے لیے مالداروں کی ناز برداری پر متنبہ بھی فرما دیا کرتے تھے، اس طرح مولانا کی دسیوں خصوصیات تھیں جو مستقل ایک موضوع ہے۔

بس یہ تو مولانا علیہ الرحمہ کی وہ چند باتیں اور یادیں ہیں جو امانت سمجھ کر سپرد قلم کر رہا ہوں، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے، اور ہمیں بھی ان صفات کا عکس جمیل بنائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ ۲۳ فروری ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ مختصر علالت کے بعد محمد عثمان عرف اعجاز احمد صاحب کا ۸۲ سال کی عمر میں ساڑھے نو بجے شب انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
نماز جنازہ احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں بعد نماز فجر ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے پڑھائی، اور تدفین بلاقی اڈہ لکھنؤ کے قبرستان میں آٹھ بجے صبح اعزہ و اقارب کی موجودگی میں ہوئی۔
مرحوم نیک سیرت، کم سخن اور دینی حمیت کے مالک تھے، اپنے تمام لڑکوں کو دینی تعلیم دلوائی، جن میں مولانا محمد رضوان ندوی نے دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں ایک مدت تک تدریسی خدمت انجام دی۔

☆ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۲ء کو مولانا محمد عالم ندوی استاذ شعبہ اردو مہاراشٹر کالج، بمبئی کی والدہ کا ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مغفرت کا معاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے، قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد وثیق ندوی

۳۰ جنوری ۲۰۱۳ء کو اسلامی تحریک اور اسلامی بیداری؛ بلکہ ملت اسلامیہ ایک ایسی شخصیت سے محروم ہوگئی جس کا شمار ملت اسلامیہ کی ان شخصیات میں تھا جنہوں نے اپنی ساری توانائیاں، صلاحیتیں، کوششیں، بلکہ اپنی پوری زندگی دعوت الی اللہ، خدمت دین، خدمت انسانیت اور ملت اسلامیہ کی ترقی کے لیے وقف کردی، جنہوں نے خاموشی سے اور شہرت وناموری سے دور رہ کر دعوت اسلام کا کام انجام دیا اور ملت کی تعمیر اور تاریخ سازی میں اہم رول ادا کرتے رہے، خودنمائی، شوروہنگامہ، پروپیگنڈہ اور تشہیر سے دور رہ کر نئی نسل کی تشکیل وآبیاری اور اسلام کے تعارف میں حکمت ودانائی کیساتھ لگے رہے، جن کا نصب العین خدا کا یہ فرمان رہا ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [سورہ انعام: ۱۶۲-۱۶۳] اور ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ [سورہ بینہ: ۵]۔

یہ شخصیت مولانا سید عبداللہ محمد الحسنی ندویؒ کی ہے جنہوں نے زندگی کی ۵۶ ر بہاریں دیکھیں اور پھر ۳۰ ر جنوری ۲۰۱۳ء کی صبح سحر نرسنگ ہوم (لکھنؤ) میں جان جان آفریں کے سپرد کردی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری عمر نئی نسل کی تیاری وتربیت، دعوت الی اللہ، خدمت دین، اشاعت اسلام، اہل تعلق کی رہنمائی اور ملک میں دعوت اسلامی کے فروغ میں گزاری، بالفاظ دیگر ان کی ساری تگ ودو، جدوجہد اور کوشش وکاوش کا محور دعوت الی اللہ، سنت نبوی کی ترویج، اسلام کی عظمت وسربلندی اور اعلاء کلمۃ حق تھا، مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کے انتقال سے ملت اسلامیہ اور خاص طور پر ندوۃ العلماء اپنے ایک ایسے مایہ ناز فرزند سے محروم ہوگیا؛ جو آسمان علم وادب، دین ودعوت اور تعلیم وتربیت کا روشن تارہ تھا۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ، بانی وایڈیٹر عربی مجلہ "البعث الاسلامی" عربی ادیب مولانا محمد حسنی مرحوم کے فرزند ارجمند، سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی صاحب کے پوتے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خلیفہ اور ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے بھانجہ اور داماد تھے۔

مولانا محترم ایک عرصہ سے بیمار تھے، شدید تکلیف میں مبتلا تھے، لیکن ہر حال میں صابروشاکر تھے، اور تکلیف کا اظہار نہیں کیا، وفات سے ایک ہفتہ قبل سحر نرسنگ ہوم میں داخل کیے گئے، علاج شروع ہوا، کوششیں کی گئیں، لیکن تقدیر الہی کے آگے تمام انسانی تدبیریں ناکام ہوگئیں، اخیر وقت تک ذکر خدا میں مشغول رہے، اور جماعت کیساتھ نمازیں پڑھتے رہے، اور جب روح قفس عنصری سے پرواز کررہی تھی اس وقت بھی زبان پر لا الہ الا اللہ کا ورد جاری تھا، مولاناؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر عام لوگوں خصوصاً نوجوانوں اور آپ کے ذریعہ ہدایت یاب ہونے والوں پر بجلی بن کر گری، خبر کا سننا تھا کہ اہل تعلق جہاں تھے وہیں سے امین آباد (لکھنؤ) اور تکیہ کلاں (رائے بریلی) جوق در جوق پہنچنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اہل تعلق کا سیلاب امنڈ آیا، ندوۃ العلماء میں جنازہ کی نماز میں عصری تعلیم یافتہ نوجوان بڑی تعداد میں شریک ہوئے، نماز کے بعد نوجوان دیوانہ وار جنازہ کی طرف دوڑ پڑے، ہر شخص چاہ رہا تھا کہ اپنے محبوب شیخ کا آخری دیدار کرلے، جنازہ کو کاندھا دے لے، جس کی وجہ سے میدان سے ندوہ کے گیٹ تک جنازہ لانے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا، لکھنؤ سے جنازہ رائے بریلی کے لیے روانہ ہوا تو پیچھے پیچھے سوگواروں کا قافلہ چل پڑا، رائے بریلی میں جنازہ پہنچنے سے پہلے ہی لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی اقتداء میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور ہزاروں سوگواروں نے اپنی نمناک آنکھوں سے ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کردیا ؏

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

تعزیتی جلسوں اور ملک بھر سے پسماندگان سے تعزیت کے لیے آنے والوں کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، ملک وبیرون ملک کی بڑی شخصیات اور علمی، تعلیمی اور دعوتی مراکز سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کو تعزیتی پیغامات موصول ہورہے ہیں۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کی ولادت ۲۹ ر جنوری ۱۹۵۷ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی میں والد محترم مولانا محمد الحسنیؒ کی نگرانی میں حاصل کی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خاص نگرانی وتربیت میں نشوونما پائی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف سے خوب خوب استفادہ کیا، اسی کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی جیسے اساتذۂ فن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، اور علامۃ العصر عبد الفتاح ابوغدہ سے بھی کسب فیض کیا، اور دوسرے عرب علماء وشیوخ سے استفادہ بیرون ملک کے سفروں میں کیا، حدیث کی اجازت حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ سے لی جو حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے سلسلہ میں ہیں، اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) نے خصوصیت سے مدینہ منورہ میں حدیث کی اپنی تمام اجازتیں دیں، بیعت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے قائم کیا، انہی کے اشارہ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے راہ سلوک طے کی اور اجازت بیعت وارشاد سے سرفراز ہوئے۔ ندوہ سے عالمیت اور فضیلت کی، ۱۹۷۷ء میں فراغت کے بعد ہی سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں استاد مقرر ہوئے اور تقریباً تیس سال تک تفسیر القرآن الکریم، حدیث شریف اور دیگر تربیتی اور فکری موضوعات کی تعلیم دیتے رہے، اسی کے ساتھ ساتھ دعوتی کام انتہائی منظم طریقہ پر؛ لیکن خاموشی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

والد محترم کے انتقال کے بعد جولائی ۱۹۷۹ء میں عربی اخبار "الرائد" کی ادارت میں شامل ہوئے، اپنے ادارتی مضامین اور مؤثر ودلآویز انداز بیان سے انسانی تمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات بیان کیے، اسلام کی صاف ستھری تصویر پیش کی، مغربی تہذیب وتمدن کے کھوکھلے پن اور روحانی افلاس کو ظاہر کیا، مغرب کی فکری اور تہذیبی یلغار سے متنبہ کیا، نئی نسل اور برادران وطن کو اسلام سے قریب کیا، دعوت کے میدان میں پیش آنے والی دشواریوں اور مشکلات کا اپنے ذاتی اور طویل تجربے کی روشنی میں حل پیش کیا، نئے عصری ذہن کو اسلام کی حقانیت اور صلاحیت سے مطمئن کیا، بالفاظ دیگر مولانا مرحوم نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتربیت، اصلاح وتزکیہ، وعظ ونصیحت، بیعت وارشاد، اور حکیمانہ ودانشمندانہ انداز اور معتدل ومتوازن طریقہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین میں گزاری، مولانا کی تذکیر وتلقین اور تعلیم وتربیت کا انداز انتہائی نرم، محبت آمیز، مشفقانہ اور پدرانہ ہوتا تھا۔

استاد محترم رشد وہدایت کے علمبردار، توحید کے سچے ترجمان، مخلص داعی الی اللہ، مسلمانوں کی نئی نسل کے مربی ومعلم اور اپنی پوری زندگی میں اخلاق نبوی پر عمل پیرا تھے، ایک بڑی تعداد نے مولانا محترم کی تربیت سے فائدہ اٹھایا ہے، جو ملک کے گوشہ گوشہ میں دعوت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اور استاد محترم مواصلات کے مختلف ذرائع سے ان کی رہنمائی اور تربیت کررہے تھے۔

مولانا کی وفات جہاں ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے اسی طرح ندوۃ العلماء، تحریک پیام انسانیت اور سیکڑوں دینی وملی تنظیموں، مدارس ومکاتب کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، مولانا کی شخصیت گوناگوں خوبیوں کی حامل تھی، مولانا ایک عظیم داعی، مخلص مربی واستاد، صاحب طرز ادیب، ماہر تعلیم وتدریس تھے، معاملہ فہمی، حزم واحتیاط، دور اندیشی، نرم گفتاری، خوش اخلاقی، ملنساری اور استغناء مولانا کا طرۂ امتیاز تھا۔

برادران وطن کو اسلام سے متعارف کرانے کا کام مولانا کو اپنے دادا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ سے ورثہ میں ملا تھا، مولانا کی کوششوں سے ہزاروں افراد کو ہدایت ملی، اور یہ کام بغیر کسی بینر، ادارہ اور تنظیم کے خاموشی سے انجام دیا، مولانا بارہا اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے کہ دعوت کا کام تنظیم اور میڈیائی پروپگنڈہ سے بلند ہوکر کرنا چاہئے، اس سے کام کو فروغ ملتا ہے اور رکاوٹوں سے حفاظت ہوتی ہے، مولانا کی ایک نمایاں صفت فکری اعتدال ہے، مولانا مرحوم کا دعوتی انداز بڑا مؤثر تھا کہ ہدایت پانے والوں کو تنہا نہیں چھوڑتے، بلکہ ان کی تعلیم وتربیت اور ان کی استقامت کا بھرپور انتظام کرتے، مولانا اسلامی نہج پر عصری درسگاہوں کے قیام کے پرزور حامی؛ بلکہ اس کے لیے کوشاں اور عملاً اس میں شریک تھے، مولانا مرحوم سادگی، متانت، سنجیدگی، اور عقیدہ کی پختگی وصلابت میں بہت ممتاز تھے، دعوت الی اللہ، دعوت توحید اور زندگی کے تمام معاملات میں سنت نبوی کی اتباع کی تلقین مولانا کا محبوب ترین مشغلہ تھا، اس میں مولانا کو ایک طرح کی لذت ملتی تھی، دعوت واصلاح کی فکر خانوادہ حسنی کی نمایاں خصوصیت ہے، ہندوستان کی تاریخ دعوت واصلاح میں اس خانوادہ کے بزرگوں کے کارنامے روز روشن کی طرح ہیں۔

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کو عصری دانشگاہوں کے فارغین اور نومسلموں سے بڑی

امید تھی، اس لیے کہ وہ انہیں اسلام کا نیا خون سمجھتے تھے، اسی وجہ سے آپ ان پر بڑی توجہ فرماتے، عصری اور دینی مراکز کے طلبہ آپ سے ملتے، آپ کے سامنے اپنے مسائل رکھتے اور ان میں آپ سے مشورہ کرتے، آپ ان کی رہنمائی فرماتے، اور مناسب حال مشورہ دیتے، آپ کا ایک خاص تربیتی نظام تھا، عصر بعد گھر پر مجلس لگتی، اس میں اہل تعلق اور مسترشدین اور طلبہ بڑی تعداد میں شریک ہوتے، کسی بڑے عالم اور مجدد عصر کی کتاب پڑھی جاتی، اور مولانا تشریح وتوضیح فرماتے، حاضرین اپنے اشکال رکھتے مولانا ان کو بڑی محبت وشفقت سے رفع فرماتے، نبوی اخلاق پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کی طرف برابر توجہ فرماتے، ہر ایک کی بات بغور سنتے، اور اس کی دلجوئی کرتے۔ اسی محبت وشفقت کا اثر تھا کہ جب بھی کہیں باہر نظر آتے یا بیٹھے ہوتے تو طلبہ اور عصری دانشگاہوں کے نوجوان آپ کو گھیر لیتے کیونکہ وہ آپ کی ذات میں اپنا مشفق اور رحم دل باپ دیکھتے تھے۔

مولاناؒ نے پیام انسانیت تحریک کو بڑی وسعت دی، ملک کے گوشے گوشے میں مسلمان اور برادران وطن کے مشترک اجتماعات منعقد کیے، غیر مسلموں کے مذہبی پیشواؤں، دانشور طبقہ اور اصحاب قلم اور اہل حل وعقد سے شخصی ملاقتیں کیں، ان سے گفتگو کی، آپ کی کوششوں سے ان کے ذہنوں سے اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے پائے جانے والے شکوک وشبہات دور ہو گئے، غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، اس سلسلہ میں مولانا کا انداز بڑا حکیمانہ اور عصری ذہن ومزاج سے بڑا ہم آہنگ تھا، اسی وجہ سے انجینئروں، ڈاکٹروں، اور دانشوروں کا ایک طبقہ مولانا سے وابستہ اور مولانا کے مشورہ پر عمل کر رہا تھا۔

مولانا ایسی خوبیوں اور فضائل کے حامل تھے، جو یکجا کسی انسان میں بہت کم ملتی ہیں، مولانا صحیح اسلامی عقائد واخلاق پر قائم تھے، اور اس کے پر جوش داعی تھے، مولانا کا ایمان باللہ ہر طرح کے شائبہ سے پاک تھا، مولانا کی فکر اور طریقہ کار منہاج نبوی اور منشأ نبوی کے مطابق تھا، ذکر خدا مولانا کا ذوق اور حال بن گیا تھا، بڑوں کا اکرام و احترام کرتے اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، انسانیت کی اصلاح وہدایت کی فکر مولانا کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی، ان کا دل بغض وحسد، کینہ، عداوت، اور دشمنی سے منزہ اور صاف تھا، اور مسلمانوں کے تعلق سے ان کے دل میں خیر خواہی کا جذبہ موجزن تھا، ان کو نہ تو کسی سے کوئی حسد تھا اور نہ ہی کسی عداوت، زبان کے بڑے پاکیزہ تھے، نہ خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ اپنی مجلس میں کسی کو اس کی اجازت دیتے، اگر کسی میں کوئی برائی دیکھتے تو قریب بلاتے اور بڑی شفقت و محبت سے اس کی اصلاح فرمادیتے، اور کسی میں ایمان وعقیدہ کے تعلق سے کوئی انحراف یا کجی دیکھتے تو بلا خوف وخطر اس کو ٹوک دیتے، دین کے راستہ میں کام کرنے والوں کی مولانا بڑی قدر کرتے، ان کی ہمت افزائی کرتے اور ان کا تعاون کرتے۔

مولانا نے عربی اور اردو زبان میں بے شمار مقالات ومضامین لکھے، جو ندوہ سے نکلنے والے مجلات الرائد، البعث الاسلامی اور تعمیر حیات میں شائع ہوتے رہے، اس کے علاوہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد تقریروں اور مضامین کو اردو اور عربی میں منتقل کیا، مولانا کا طرز نگارش زبان وبیان کی حلاوت اور ادب وانشاء کی دلآویزی دونوں کا جامع تھا، مولانا کی تحریر میں داعی کی تڑپ، مفکر کی فکر مندی، مصلح کی دردمندی، مومن کامل کی دینی واسلامی غیرت وحمیت اور عقل ارجمند کی دانائی اور زبان ہوشمند کی ہوشمندی صاف ہویدا تھی، الرائد کے اداریے اس کا بین ثبوت ہیں۔

مولانا خلوص وللّٰہیت کے پیکر تھے، خشوع و خضوع، محاسبہ نفس اور مکارم اخلاق کی چلتی پھرتی سچی تصویر تھے، مولانا اساتذہ، طلبہ اور دعوتی حلقوں میں میں بڑے ہر دل عزیز تھے، ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی مولانا کے نزدیک سب سے زیادہ قریب ہوں، مولانا مشاہیر علماء، بزرگان دین، اور اہل اللہ کے نزدیک معتبر اور محبوب تھے، مختصر یہ کہ مولانا دعوت واصلاح کے حلقہ میں آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور تھے۔

مولانا ملک اور بیرون ملک متعدد اداروں، تنظیموں اور دینی وعصری درسگاہوں کے روح رواں اور سرپرست تھے، ملکی اور عالمی سطح کے کئی اداروں کے ممبر تھے، عالم عربی کے متعدد ملکوں کے دعوتی اسفار کیے، جن میں مملکت سعودیہ عربیہ، ملیشیا، متحدہ عرب امارات، جنوبی افریقہ اور مصر قابل ذکر ہیں، ان سفروں میں لوگوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا، دو سفر حج کیے، اور مسجد نبوی میں اعتکاف کے لیے بھی سفر کیا، علمی ودعوتی کانفرنسوں میں شریک ہوئے اور عالمی شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور ع

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

☆☆☆☆☆

حکمت وموعظت

دعوت کا کام کرنے والے علماء سے چند باتیں

مولانا سید عبد اللہ حسنی ندویؒ

قارئین محترم! مولانا مرحوم "تعمیر حیات" کی مجلس مشاورت کے رکن بھی تھے، اور اپنے گراں قدر مضامین ومقالات سے قارئین کو مستفید کرتے رہتے تھے، کئی ماہ قبل مولانا نے کچھ مضامین کمپوز کروا کر نظر ثانی کے لیے رکھ لیے تھے، لیکن رب کریم نے ان کو اپنے پاس بلا لیا، ان شاء اللہ وہ مضامین قارئین کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے، ذیل کا مضمون غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والے حضرات سے ایک پر مغز خطاب ہے جو مولانا مرحوم کا نظر فرمودہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ اور عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

آپ کو یہ بات اپنے ذہنوں میں رکھنی چاہئے اور خاص طور پر علماء کرام کو جو دینی علوم سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں، ان کی جو حیثیتیں ہیں وہ اپنی جگہ پر؛ لیکن ایک حیثیت خود علم دین حاصل کرنے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے اور وہ حیثیت ایک داعی کی ہے، اسی وجہ سے عالم دین متاثر نہیں ہوتا وہ مؤثر ہوتا ہے، کیونکہ جو داعی ہوتا ہے وہ مؤثر ہوتا ہے اور مدعو متاثر ہوتا ہے، تو آپ داعی بنیں گے تو مؤثر ہونگے اور اگر آپ نے اس چیز کو چھوڑ دیا، آپ نے سب کچھ حاصل کر لیا اور داعی نہیں بنے تو آپ ہمیشہ متاثر رہیں گے، یہ ایک بہت ہی بنیادی بات ہے، اس کو آپ یاد رکھئے گا اور ہمارے علماء کرام کا کردار اس وقت جتنا مجروح ہے شاید پوری تاریخ علوم دینیہ اور طلباء علوم دینیہ میں ایسا وقت کبھی نہیں آیا۔

فارغین کی تعداد تو بہت ہے اور فضلاء بھی بہت ہیں؛ لیکن کردار بہت مجروح ہے، یہ آپ بخوبی جانتے ہیں اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں علی وجہ البصیرۃ کہہ رہا ہوں، اس کے وجوہات تو بہت سے ہیں؛ لیکن میرے نزدیک ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء مدعو ہو گئے، اپنے مطالعہ کی کمزوری اور علمی رسوخ کی کمی سے دفاعی پوزیشن میں آگئے، مغرب نے یلغار کیے کتابوں کی طباعت کے ذریعہ، افکار ونظریات پھیلائے نشر واشاعت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے اور ثقافت کی یلغار کی میڈیا کے ذریعہ سے اور تہذیب وتمدن کی یلغار کی اسباب ووسائل کے مہیا ہو جانے کی وجہ سے، جن میں ان کو ساری دنیا پر سبقت حاصل ہے اور دفاعی پوزیشن رکھنے والا ہمیشہ کمزور ہوتا ہے، ہجوم کرنے والا طاقتور ہوتا ہے، آپ کو ان پر یلغار کرنی چاہئے تھی، یہاں تک کہ ان کے گھر میں جا کر حملہ کرنا چاہئے تھا اور وہ آپ کے گھروں میں حملہ آور ہو رہے ہیں، تو آپ دفاعی پوزیشن میں ہیں، اسطرح وہ آپ پر الزمات لگا رہے ہیں، بدنام کر رہے ہیں اور خود آپ کو مشکوک کر رہیں، کبھی ایمان ویقین پر حملہ کرتے ہیں، کبھی تاریخ وثقافت کو متہم کرتے ہیں، کبھی آپ کے کردار کو مجروح کرتے ہیں اور کبھی آپ کے سلف کو کج فہم بتاتے ہیں اور آپ کبھی شرماتے ہیں، کبھی اعتراف قصور کر کے ان کے برابر آنا چاہتے ہیں اور کبھی خود اپنے ہی ماضی کو اور اپنے ہی بڑوں کو نشانہ بناتے ہیں، بلکہ اس سے ایک ہاتھ آگے بڑھ کر اپنے دین وایمان کو داؤں پر لگا دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس جال میں پھنسائے رکھنے اور جال کو مضبوط کرنے کے لئے انسانی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے، اخلاقی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا اور خوب اٹھا رہے ہیں، جس کا تمام لوگ بآسانی شکار ہو جاتے ہیں۔

اس کا مقابلہ وہی لوگ کر پاتے ہیں جنہوں نے دینی تربیت پوری لی ہے اور ان تمام چیزوں کو روکنے کا سامان تیار کر لیا ہے، وہ انسانی کمزوریوں سے واقف ہیں، اس لئے وہ ان ہی کمزور پہلوؤں کو سامنے رکھ کر نشانہ بناتے ہیں، وہ اسی کمزور پہلو پر بار بار وار کر رہے ہیں، محاورہ ہے کہ "نزلہ ہمیشہ عضو ضعیف پر گرتا ہے" اگر آپ کی آنکھ کمزور ہے تو نزلہ کا اثر آنکھ پر ہوگا اور اگر مسوڑھے کمزور ہیں تو اس کا اثر مسوڑھے پر ہوگا، اسی طرح شوگر بھی ہے کبھی وہ آنکھ کو کمزور کرتی ہے، کبھی مسوڑھے کو کمزور کرتی ہے، کبھی گردے کو کمزور کرتی ہے، یہی رول انہوں نے اختیار کیا ہے، انہوں نے انسان کے کمزور پہلو پر مارا تو اور کمزور کر دیا، اسی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ علماء بھی اس دھارے میں بہنے لگے، جان بوجھ کر یا انجانے میں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جان بوجھ کر، بلکہ وہ انجانے میں بہنے لگے، اسی وجہ سے اکثر وبیشتر کے خیالات بھٹکے رہتے ہیں اور بے حیائی کی چیزوں نے ان کے ذہن ودماغ کو متاثر کیا ہے، جس کی وجہ سے صحیح راستے پر آنا ان کیلئے مشکل ہو رہا ہے یا یوں کہئے مؤثر ہونا ان کے لیے مشکل ہو رہا ہے اور بہت آسانی سے متاثر ہو جاتے ہیں، یہ چیز آپ کے اندر اور مدارس میں پیدا ہو گئی ہے اور یہ اسی وقت دور ہوگی جب آپ داعی بن جائیں۔

اندر کا انسان

اگر آپ داعی بن جائیں گے تو خود بخود محسوس ہوگا کہ اندر ایک نیا انسان پیدا ہو رہا ہے مطلب آپ جس

قدر دعوت کا کام کریں گے وہ انسان طاقتور ہوگا۔

جتنا وہ انسان آپ پر غالب ہوگا آپ کے اندر اتنا ہی طاقت وتوانائی بڑھتی جائے گی، اسی لئے آپ نے سنا ہوگا کہ تبلیغی جماعت کے کام کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ نہایت نحیف وکمزور تھے، زبان میں لکنت تھی؛ لیکن ان کے اندر کا انسان جاگ گیا تھا، اسلئے مولانا الیاسؒ کا ایک ایک جملہ دل پر نقش ہو جاتا تھا، بولتے تھے اور کانپنے لگتے تھے، بے چین ہو جاتے تھے اور تڑپتے تھے، یہاں تک کہ اتنی بے چینی بڑھ جاتی تھی کہ ناقابل برداشت ہو جاتی تھی، حضرت مولاناؒ سے کہتے تھے، حضرت مولانا اپنے قریب بلا کر فرماتے تھے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں، آپ لوگوں کو سمجھا دیں، یہ وہی انسان تھا جو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے اندر منتقل ہو گیا اور اس شخص نے تہلکہ مچا دیا اور اتنا غالب آیا کہ بڑے بڑے ڈاکٹر، انجینئر، آئی پی ایس، بڑے بڑے افسران ان کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے اور مولانا اس طرح باتیں کرتے تھے جیسے یہ سب بچے ہیں۔

پورے عالم کو انہوں نے ہلا کر رکھ دیا اور بات یہی تھی کہ ان کے اندر کا انسان جاگ گیا تھا، یہ بات جس قدر آپ کے اندر پیدا ہوتی چلی جائے گی، اتنا ہی آپ نئی طاقت اور توانائی محسوس کرتے چلے جائیں گے، بڑے بڑے لوگ آپ کے سامنے ہوں گے اور آپ نڈر ہو کر ان سے باتیں کریں گے، آپ مسکرائیں گے اور وہ غصہ ہو رہا ہوگا اور آپ کے درپے آزار ہوگا اور آپ بہت ہی عمدہ مسکراہٹ کے ساتھ ان سے باتیں کر رہے ہوں گے، حضرت مولانا کرامت علی جون پوریؒ کا واقعہ لکھا ہے، جن کے ہاتھ پر لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا کہ ان کے اندر وہی انسان جاگ گیا تھا، وہ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں تقریباً ۱۸ دن رہے تھے اور سید صاحبؒ نے فرمایا: مولانا کام ہو گیا یعنی انسان جاگ گیا، اب آپ کا کام ہو گیا، جائیے اور کام کیجئے، اس کو توانا کیجئے اور میدان میں اتریئے، آپ اس کو جتنا کھلائیں گے، غذا دیتے چلے جائیں گے، اتنا ہی اسکے اندر طاقت پیدا ہوتی چلی جائے گی، سید صاحبؒ نے کہا کہ آپ بنگال چلے جائیے اور وہیں جا کر کام کیجئے، نہ وہ بنگالی جانتے تھے اور نہ ہی بنگال کے رہنے والے تھے اور نہ کبھی بنگال دیکھا تھا، سید صاحب نے کہا چلے جاؤ، انہوں نے کہا حضرت! حاضر ہوں اور چلے گئے، جب پہلی مرتبہ گئے تو ۱۸ سال کے بعد واپس لوٹ کر آئے اور پھر شادی کر کے گئے، تو وہاں ۵۴/ سال دعوت وتربیت میں لگے رہے، پھر اس انسان نے ان کو دوڑایا، کمزور سے توانا بنایا، بنگالی نہیں آتی تھی بنگالی سکھائی، پھر کیا کیا ہوا، اس طرح اللہ نے کتنے آدمیوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیا۔

ایک واقعہ نقل کر دیتا ہوں مولانا کے ہمراہ دو کشتیاں سمندر میں رہتی تھیں، ایک اہل خانہ کے لیے اور دوسری مدرسہ وخانقاہ اور دعوت کے لوگوں کے لیے، ساحل پر روک کر دعوت کا کام کرتے تھے، بسا اوقات علاقہ والے ڈھیلے مارتے تھے، بعض دفعہ تو وہ لوگ دوڑاتے تھے تو کشتیاں لے کر بھاگ جاتے تھے اور ڈھیلے دریا میں پڑتے تھے، پھر آتے تھے اور دعوت کا کام کرتے تھے، جب اچھا خاصہ کام ہو گیا تو ایک جگہ تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص بہت ظالم اور شہ زور تھا، لوگوں نے کہا کہ اگر یہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو گاؤں کے گاؤں، برادری کی برادری اسلام قبول کر لے گی؛ لیکن یہ ایسا ہے کہ جب اہل دین اور اہل علم اس کے پاس آتے ہیں، سب سے باتیں بھی کرتا ہے اور بحث بھی کرتا ہے اور خود تو کرسی پر بیٹھتا ہے اور ان کو سامنے کھڑا رکھتا ہے اور جب عالم صاحب جواب نہیں دے پاتے ہیں اور وہ گھبرا جاتے ہیں تو وہ تلوار نکالتا ہے اور ان کی گردن مار دیتا ہے، اس طرح سینکڑوں علماء کا قتل کر چکا ہے، لوگ اس کے پاس جاتے ہوئے گھبراتے ہیں، مولانا نے کہا کہ میں تو اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے باتیں بھی کروں گا، لوگوں نے کہا: حضرت! آپ اگر اس کے پاس جائیں گے اور بحث کریں گے اور خدانخواستہ کوئی بات ہو گئی تو جو کام آپ کے ذریعہ ہو رہا ہے وہ بند جائے گا، تو مولانا نے مسکرا کر کہا کہ میں تو اس کے پاس جاؤں گا اور اگر وہ تلوار چلائے گا تو میں اس کی گردن ماردوں گا۔ مولانا تلوار کے بھی بہت ماہر تھے، تلوار حمائل کی اور تشریف لے گئے، وہ شخص مولانا کو دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا اور مولانا کیلئے کرسی رکھوائی، پہلی مرتبہ کسی عالم کیلئے اس نے کرسی رکھوائی پھر خود بھی کرسی پر بیٹھا اور باتیں شروع کی، تھوڑی ہی دیر میں اکھڑا اور کہا مولانا! آپ کی باتیں صحیح ہیں؛ لیکن نہ مانوں تو آپ کیا کریں گے، تو مولانا نے کہا یہ تلوار نکالوں گا اور گردن ماردوں گا اور یہ کہہ کر ہاتھ رکھا تو اس نے کہا: مولانا! معاف کر دیجئے، آپ جو کہیں گے میں ماننے کو تیار ہوں، بس اسکے اسلام قبول کرنے سے پورا علاقہ کا علاقہ اسلام میں داخل ہو گیا، تو یہ وہ طاقت تھی جو مولانا کے اندر پیدا ہو گئی تھی اور بغیر اس کے کام نہیں ہوتا، آپ سب کچھ سیکھ جائیں گے؛ لیکن اگر وہ داعی انسان پیدا نہیں ہوا تو آپ کچھ نہیں کر سکیں گے، اس کے لئے آپ کو تیار ہونا پڑے گا، اہل دل کی خدمت میں رہ کر اور اہل دعوت کی زندگی بھی پڑھنی پڑے گی اور اگر کوئی مل جائے تو کیا کہنا، نور علی نور۔

چند توجہ طلب امور

چند باتیں ایسی ہیں جن کی طرف خاص توجہ کرنی پڑے گی، جس کے بغیر آپ کوئی نمایاں کام نہیں کر سکتے، پہلی چیز یہ ہے کہ استحضار نیت ہو، ہم کو جو کام بھی کرنا ہے، اللہ کیلئے کرنا ہے۔ بس یہیں آپ کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے، دو ثلث مسئلے آپ کے استحضار نیت سے حل ہو جائیں گے، کیونکہ آدمی بات کرتا ہے تو غصہ آتا ہے، اگر اللہ کیلئے کریں گے تو غصہ نہیں آئے گا اور اگر غصہ آئے گا بھی تو وقت پر آئے گا اور ضرورت کے تحت آئے گا، پھر فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا جیسے سچا آدمی ہوتا ہے، وہ یہ دیکھتا ہے کہ ہم کو راستہ مل جائے، وہ یہ نہیں دیکھتا کہ ہم کامیاب ہوئے یا ناکام ہوئے، وہ ایسے ہی ہے کہ ایک بچہ کے بارے میں دو عورتوں کے درمیان لڑائی ہوئی، دونوں عورتوں نے دعویٰ کیا کہ ہمارا بچہ ہے، ایک نے کہا کہ ہمارا، دوسرے نے کہا ہمارا ہے، معاملہ نے طول پکڑا، فیصلہ ہو نہیں پا رہا تھا، قاضی صاحب حیران تھے، مگر بہت ذہین آدمی تھے، اللہ نے انہیں غیر معمولی ذہانت سے نوازا تھا، تو انہوں نے کہا: بچہ کو لٹا کر بیچ سے کاٹ دو اور آدھا ایک کو دیدو اور آدھا دوسری کو دیدو، جس کا اصلی بچہ تھا وہ ایک دم سے چیخ اٹھی اور کہنے لگی نہیں نہیں اسی کو دیدیجئے، اس لیے کہ اس کے ذہن میں تھا کہ اس کا بچہ کسی طرح بچ جائے، دوسری نے کہا ٹھیک ہے اسے کاٹ دیجئے، اس لیے کہ دوسری والی کی خالص نیت نہیں تھی۔

سامنے والا آپ کو گالی دے رہا ہے، اب اگر آپ سچے ہیں تو اس کی گالی سے آپ پریشان نہیں ہوں گے، نہ اس کے برا بھلا کہنے سے برا مانیں گے، بلکہ صبر وسکون کے ساتھ جب وہ ساری باتیں کہہ چکے تو صرف ایک جملہ کہیے: بھائی صاحب! ہم کو آپ اور گالی دے لیجیے مگر اسلام کو گالی نہ دیجیے، آپ نے کم گالی دی ہے اور دے لیجیے، تو وہ چونک جائے گا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ ہم کو گالی دے لیجیے مگر اسلام کو نہ دیجیے، کیونکہ یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم آپ کو اسلام کے بارے میں نہیں سمجھا پا رہے ہیں، بس وہ بھی ٹھنڈا ہو جائے گا، اب آپ شروع ہو جائیے، نہیں بھائی! دیکھئے اسلام یہ ہے اور یہ ہے، جتنی آپ کے اندر تڑپ ہوگی، اتنی جلدی فیصلہ ہو جائے گا۔

دوسری چیز جس کا اہتمام ضروری ہے، اکل حلال ہے، اکل حلال بہت اثر ڈالتا ہے، کیوں کہ اکل حرام سے زبان خراب ہو جاتی ہے، دل خراب ہو جاتا ہے، دعوت کے کام میں اکل حلال بہت ضروری ہے اور اس میں آپ اپنے آپ کو جتنا تیار کر سکیں کریں، کریں اور کوتاہی نہ کریں اور ابھی سے آپ اسکی تیاری کریں، ابھی سے کوئی حرام لقمہ آپ کے اندر نہ جائے، یہ ہمارے یونیورسٹی اور دارالعلوم کے طلباء میں فرق ہے جیسے قرآن شریف میں آتا ہے:

﴿وَاِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ﴾ یعنی جب جنگ ہوتی ہے تو تمہیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور انہیں بھی ہوتی ہے؛ لیکن ان میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے یقین ہے، جس کا ان کو یقین نہیں اور تمہیں وہاں کی بہت امید ہے اور انہیں یہیں کی امید ہے، ایسے ہی ہر جگہ فرق ہے، اس کو آپ یاد رکھئے گا کہ آپ Students نہیں ہیں، آپ طالب علم ہیں، Students اور طالب میں فرق بہت ہے، Students وہ ہوتے ہیں، جو وہاں پڑھتے ہیں اور دنیا کے لیے پڑھتے ہیں، طالب علم وہ ہوتا ہے جیسا کہ عنوان سے پتہ چل رہا ہے، طالب یعنی اس کے اندر طلب ہو بلکہ تڑپ ہو علم کی اور اللہ کے لیے اور اس کی معرفت کے لیے پڑھے۔

تو اکل حلال ہونا چاہیے، پھر اس کے بعد نفسیات کا ماہر ہونا چاہیے اور نفسیات کے ماہر ہمارے اہل تصوف بہت رہے ہیں، آپ ملفوظات وغیرہ پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ملکہ بہت دیا ہے، اسی کا دوسرا نام فراست ہے: "اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله" اور "ان فی ذالك لآيات للمتوسمين أی للمتفرسين" یعنی وہ نور مل جائے اور قرآن نور سے بھرا پڑا ہے اور شرح صدر نور سے وابستہ ہے: ﴿أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ تو جب نور ہوتا ہے تو ہر چیز خود نظر آجاتی ہے تو وہ نور جس کو مل جائے گا تو آپ کو زیادہ تلاش نہیں کرنے پڑے گی، تاریکی میں انسان کو کوئی چیز تلاش کرنی پڑتی ہے تو ادھر ادھر ہاتھ مارنا پڑتا ہے؛ لیکن جب روشنی ہوتی ہے تو ہر چیز اپنی جگہ پر نظر آجاتی ہے، تو "علی نور من ربہ" نور ملے گا، "نور من ربہ" ایسے نہیں ملے گا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ذکر سے نور ملتا ہے ورنہ قساوت قلبی پیدا ہو جاتی ہے، یہ سب چیزیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، جتنی ہی یہ چیزیں حاصل ہو جائیں گی اتنا ہی غیر معمولی اخلاص پیدا ہوتا چلا جائے گا اور نفسیات کے ماہر ہوتے چلے جائیں گے، حضرت مولاناؒ نے "دعوت وتبلیغ کے معجزانہ اسلوب" میں بہت اہم بات لکھی ہے کہ جب کسی کے پاس جاؤ تو اس کے دل میں دروازے تلاش کرو کہ کون سا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس سے داخل ہو جاؤ، ان کے اندر جا کر دوسرے دروازے کھول پاؤ گے اور اگر بند دروازے کی طرف گئے، تو کوئی بھی دروازہ کھول نہیں پاؤ گے، جیسے کرکٹ کے دیوانے لوگ ہوتے ہیں اور آج کل تو بہت سے نوجوان اس میں ہیں، اب آپ ان کے پاس دعوت لے کر گئے اور کہا آپ نے، بھائی! آؤ چلو اللہ اللہ کرو، تو وہ لوگ کہیں گے ارے میاں جاؤ بعد میں آنا؛ لیکن آپ ان کے پاس گئے اور کہا کہ میاں آؤ بیٹھو اور آپ نے کہا کہ آپ نے دیکھا تھا کہ کون جیتا، اب اسے وہاں سے گھما کر لے جائیں، اب آپ آہستہ

آہستہ داخل ہو جائیں گے اور اس کا دل کھل جائے گا، اس لیے قرآن میں آیا ہے: ﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾ یہ یوں ہی نہیں ہے، بلکہ اس میں عربوں کے مزاج کا خیال رکھا گیا ہے، "والعادیات" اب اس میں گھوڑوں کے بارے میں بتایا گیا کہ گھوڑے دوڑ رہے ہیں، چنگاریاں نکل رہی ہیں، اب عربوں کو لطف آ گیا، کیا کہنا ہے اس میں تو گھوڑے کے بارے میں کہا گیا ہے، اب اس کے آگے ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی بات پہونچا دی، اس طرح کی مثالیں بہت ہیں، یہ اگر آپ جائیں گے تو پھر کام بنے گا، اب اگر آپ اس دروازے سے جائیں گے تو دروازہ کھل جائے گا اور یہ سمجھ لیجیے کہ جب آپ دعوت کے کام کے لئے جائیں گے تو غصہ باندھ کر گھر میں چھوڑ کر جائیں گے، اگر کوئی غصہ ہو جاتا ہے تو اپنی دعوت میں کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتا ہے، یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ دعوت اور حکمت دونوں لازم ملزوم ہیں، حکمت اور غصہ میں تضاد ہے، جس کو غصہ آئے گا وہ حکیم نہیں ہو سکتا، سمجھ دار آدمی کو بھیج دو، سمجھانے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ کام کی تشہیر اور پروپیگنڈہ نہ کریں بلکہ اخفاء سے کام لیں، ایک نومسلم ہیں، انھوں نے ۲۵ سال پہلے اسلام قبول کیا، وہ دہلی میں رہتے ہیں، ان کا نام عادل ہے، وہ حضرت مولانا سے بیعت بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے بڑا کام لیا ہے، کئی بڑے افسران نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے، انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی انہیں سرفراز کیا ہے، ابھی حال میں ان سے بات ہوئی ہے، انہوں نے بتایا جو ایک پیغام بھی ہے اور لطیفہ بھی ہے کہ میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے، ستر سال ہو گئے میں نے کبھی ایسا خواب نہیں دیکھا، مگر میں نے یہ خواب دیکھا ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ دو گدے ہیں جو نہایت عالیشان ہیں اور ایک دالان میں ایک طرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری طرف مولانا علی میاںؒ ہیں، داخل ہوا تو مولانا علی میاں نے میرا تعارف کرایا کہ یہ فلاں صاحب ہیں اور نومسلم ہیں، حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ آپ کام کو اور تیز کر دیجئے اور داڑھی منڈوا دیجیے تو میں داڑھی منڈوانے جا رہا ہوں، میں نے کہا کہ ارے بھائی! ابھی آپ رک جائیے اور داڑھی مت منڈوائیے، خواب کی تعبیر الگ ہوتی ہے، میں نے ان سے کہا کہ کام کو اور تیز کر دیجئے اور داڑھی منڈوائیے کا مطلب یہ ہے کہ کام کا پرچار نہ کریں بلکہ اخفاء کریں، پھر میں نے حضرت مولانا سید رابع حسنی مدظلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے بڑی تائید کی اور کہا کہ تم نے بڑی اچھی تعبیر دی ورنہ وہ داڑھی منڈوا لیتے تو سارا کام ہی خراب ہو جاتا، تو میں بھی چاہتا ہوں کہ اس کام کو خفیہ رکھا جائے، بہت زیادہ چرچا نہ کریں اور لوگوں سے زیادہ نہ بتائیں، اس سے لوگوں میں حسد پیدا ہوتا ہے، کچھ لوگ شہرت چاہتے ہیں، کیا تو کچھ بھی نہیں اور صاحب اپنی شہرت میں کام بند کرا ڈالیں گے، شہرت خوب کر دی کہ لاکھ ہو گئے، دس لاکھ ہو گئے اور ہوا کچھ بھی نہیں۔

ابھی مجھے ایک پرچہ ملا ہے، جس میں یہ لکھا ہے کہ چھ عیسائی اور تین مسلمان ہندو ہوئے ہیں اور یہ باتیں پرچے میں چھپ رہی ہیں، انہوں نے بھی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوشش شروع کر دی اور یہ سب اسی کا نتیجہ ہے، اس کام کو بالکل انڈر گراؤنڈ کیجئے اور جب ہماری تعداد ہو جائے گی تو خود ہی ظاہر ہو جائے گا، پھر کون روکے گا اور کہاں تک روک سکے گا؛ لیکن اپنی طرف سے بالکل ہائی لائٹ مت کیجئے اور کام کرتے جائیے اور جو بھی ملتا جائے اس کو بتاتے جائیے اور اس شخص سے ضرور ربط رکھئے اسے چھوڑئیے نہیں، اس لئے کہ وہ تو آپ کا ساتھی ہو گیا اور اس کا ہر معاملہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے، آپ اس کو مشورہ بھی دیں گے اور تعاون بھی، اس لیے تعلقات بھی مضبوط ہونا چاہئے۔

لہٰذا یہ چند ضروری باتیں تھیں، آپ اس کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کام شروع کر دیں تو انشاء اللہ غیر معمولی فائدہ ہوگا، ایسا معلوم ہوتا ہے وہ سب تیار بیٹھے ہوئے ہیں، جس کو میں کہا کرتا ہوں ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ قرآن میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے لوہا نازل کیا؛ لیکن لوہا نیچے سے نکلتا ہے اور اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ہم نے نازل کیا اور اب تحقیق بھی آ گئی ہے کہ ایک خاص چیز زمین میں جذب ہوتی ہے اور پھر جب وہ اندر جاتی ہے تو لوہا بن جاتی ہے اور وہ ﴿أَنْزَلْنَا﴾ ہی ہوتا ہے؛ لیکن اب تک لوگ کہتے جا رہے تھے کہ وہ نکالا جاتا ہے، اسی طرح ہدایت بھی ہے، یہ بھی ﴿أَنْزَلْنَا﴾ ہی ہے، اللہ رب العزت اوپر سے ہدایت نازل کرتا ہے اور وہ دل کے اندر چلی جاتی ہے، اگر ہدایت آ چکی ہے تو اسے آپ کھود کر نکال لیجیے، وہ آپ کے نام ہو جائے گی جیسے لوہا وہ تو اللہ ہی کا خزانہ ہے؛ لیکن جو کھود کر نکالے تو وہ اسی کا ہے، اسی طرح ہدایت بھی ہے کہ ہدایت اللہ نے نازل کر دی، اب آپ نے کھود کر نکال لی تو یہ خزانہ آپ کا ہے: "لأن يهدي الله بك رجلاً خير لك من حمر النعم" (تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک کو بھی ہدایت دیدے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے یعنی کروڑوں سے)

بس ان باتوں کو یاد رکھیں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا، اللہ ہمیں اس کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆☆☆

سچی محبت

شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی

ربیع الثانی اسلامی تقویم کا چوتھا مہینہ ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد بابرکات سے عالمی شہرت یافتہ مہینہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا شمار امت کے اکابر مشائخ میں ہوتا ہے، ان کی کثرت کرامات کے بارے میں بھی سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ جاہلوں نے ایسی باتیں بھی ان کی طرف منسوب کر دی ہیں جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ وہ اپنے علم وفضل اور توحید خالص و اتباع سنت والی زندگی گذارتے ہوئے ایسا کہہ سکتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔

حضرت جیلانی قدس اللہ سرہ کی ولایت کی پوری امت قائل ہے، اور اپنے عہد میں ان کی اصلاحی مساعی اور توحید وسنت کی طرف دعوت وارشاد ایسا امتیازی وصف ہے کہ صدیوں تک بلکہ آج تک ان کے فیوض وبرکات جاری ہیں، ہزاروں بندگان خدا کا اپنی مجرمانہ، فاسقانہ زندگی سے تائب ہو کر صالح زندگی اختیار کرنا ان کی سب سے بڑی کرامت ہے۔

قرآن مجید میں ولایت کا ذکر مختلف انداز سے بار بار ملتا ہے، مثلاً: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ اور ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾، حدیث قدسی میں بھی ولی کا لفظ استعمال ہوا ہے: "من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب"۔

ولایت کے معنیٰ دوستی اور ولی کے معنی دوست آتے ہیں، ولی کی جمع اولیاء ہے، جیسے "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ ......" میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کا جن سے وہ خصوصی محبت رکھتے ہیں اور اپنے انعامات سے ان کو نوازتے ہیں، اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾۔

آیت کریمہ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء وشہداء کے درمیان ایک درجہ صدیقین کا ہے جیسے ان کے بعد ایک درجہ صالحین کا ہے۔

کفر وشرک کی گندگی میں ملوث شخص عدو اللہ ہے، عدو جس کی جمع اعداء ہے، دشمن کے معنی میں آتا ہے تو جیسے کفر اور شرک کی گندگی میں ملوث ہونا انسان کو عدو اللہ بنا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ اسفل السافلین میں جا گرتا ہے، اسی طرح اس غلاظت سے پاک صاف ہو کر توحید وایمان بالرسالہ کی پاکیزہ زندگی اختیار کرنے سے وہ ولایت کے دروازہ میں داخل ہو جاتا ہے، اور خدا اس کو اپنا دوست ومحبوب بنا لیتا ہے، جس کا ذکر "اللہ ولی الذین آمنوا......" میں ہے، پھر بندہ اطاعت خداوندی میں جس قدر آگے بڑھتا رہتا ہے، قرب الٰہی میں ترقی کرتا رہتا ہے، جن میں ایک درجہ تو جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے، وہ محض وہبی ہے، وہ نبوت ورسالت کا درجہ ہے، جس کے لیے بندہ کا انتخاب خصوصی طور پر منجانب اللہ ہوتا ہے، جس میں انسان کی کوشش کام نہیں آتی اور یقینی حد تک مستحکم ہوتا ہے حتیٰ کہ جس کو اس درجہ پر فائز کیا جاتا ہے خود اس کو بھی اپنی نبوت ورسالت کی شہادت دینی ہوتی ہے جو کسی چیز کے یقینی ہونے کی آخری درجہ کی بات ہے چنانچہ انبیاء کی شہادتیں قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں صراحۃً مذکور ہیں، کہیں "انی رسول اللہ الیکم" کے الفاظ میں تو کہیں "اشہد انی رسول اللہ" کے کلمات سے۔

یہ انسانوں کا وہ پاکیزہ گروہ ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بڑی محبت وپیار کے انداز میں فرماتے ہیں جیسے کوئی اپنے پیاروں کا ذکر کرتا ہے، صرف سورۂ انبیاء کو اس نظر سے پڑھا جائے تو وجد طاری ہو جائے گا۔

یہ سارے انبیاء اپنے اپنے درجات کے لحاظ سے متفاوت ہونے کے باوجود ایک طبقہ میں ہوتے ہیں: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ میں جہاں درجات کے تفاوت اور فرق کی طرف اشارہ ہے تو دوسری طرف ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ......﴾ کے ذریعہ سب کا محبوب رب العالمین ہونا مذکور ہے۔

انبیاء خداتعالیٰ کے ایسے محبوب بندے ہوتے ہیں کہ ان کی ادائیں بھی خدا کو محبوب ہوتی ہیں اور جو ان اداؤں کی محبت الٰہی میں نقل کرتا ہے خدا اس کو بھی قبول کرتا ہے، بلکہ خود اس کو بھی محبوب بنا لیتا ہے جیسا کہ ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ میں فرمایا گیا ہے

اولیاء اللہ کا وہ گروہ جن کا خدا کے نزدیک نبیوں کے بعد سب سے بڑا مقام ہے، وہ صدیقین کا طبقہ ہے، جن میں اعلیٰ ترین درجہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے کہ باتفاق علماء امت نبیوں کے بعد ان کا ہمسر کوئی نہیں ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صدیقیت کبریٰ کی انتہا ہے مگر صدیقیت کا سلسلہ تو چلتا رہے گا، گو صحابہؓ وتابعینؒ جیسے لوگ نہ ہوں کیونکہ "ثلة من الأولين" کے ساتھ "قليل من الآخرين" بھی مذکور ہے، حضرت شیخ عبدالقادر

جیلانی جیسی شخصیت کے حضرات اسی "قلیل من الآخرین" والے طائفہ سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہوں یا ان کے پہلے کے طبقہ کے لوگ ہوں یا بعد کے، سب کے سب محبت خداوندی سے سرشار اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہوتے ہیں، اس کے لیے وہ علم دین حاصل کرتے ہیں اور ایسا ویسا علم نہیں، عمیق اور گہرا علم، کیونکہ سب اولیاء اللہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ

بے علم نہ تواں خدا را شناخت

یعنی علم کے بغیر معرفت خداوندی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باوجودیکہ عالی مرتبہ نسب سے تعلق رکھتے ہیں کہ خاندان نبوت سے بڑھ کر نسب میں کوئی بلندی تصور بھی نہیں کی جاسکتی، صلاح وتقویٰ کا ماحول شروع سے پاتے ہیں، پھر بھی علم کے حاصل کرنے کی ایسی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اس کے لیے وطن سے ہجرت اور سفر، پھر حصول علم کے درمیان فاقے پر فاقے، سب کچھ برداشت لیکن علم کی ترقی میں کسی درجہ میں قناعت پر راضی نہیں، نہ صرف یہ کہ علم حاصل کرتے ہیں بلکہ اپنی ساری زندگی اس کے لیے وقف کردیتے ہیں، اگر ہم ان کے رات دن کے معمولات پر ایک نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ ان کا محبوب ترین مشغلہ جیسے راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح راہ پر لانا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی پر ڈالنا تھا، جس میں وہ امیر وفقیر، بادشاہ ورعیت سب کی رہنمائی انتہائی دلسوزی سے فرمارہے تھے اور عبادت الٰہی میں عزیمت کے ساتھ مشقتیں اٹھارہے تھے، اسی طرح ان کے اوقات کا بیشتر حصہ درس وتدریس اور تعلیم و تربیت میں صرف ہوتا تھا۔

کتنی محرومی کی بات ہے ان لوگوں کی جو ان سے محبت وعقیدت اور بعض مرتبہ نسب کا تعلق رکھتے ہیں اور علم سے یا تو بالکل واسطہ نہیں رکھتے یا بہت تھوڑی سی مقدار پر قناعت اختیار کرلیتے ہیں اور اس کے بجائے مال ودنیاوی جاہ کو ترجیح دیتے ہیں، جن کی حضرت شیخ جیلانیؒ کے یہاں کوئی قیمت نہیں تھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "تاریخ دعوت عزیمت" [۱/۱۰۳] میں الطبقات الکبریٰ للشعرانی کے حوالہ سے حضرت شیخ جیلانیؒ کے یومیہ مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مدرسہ میں ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلافات ائمہ اور ان کے دلائل کا پڑھاتے تھے، صبح وشام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہب ائمہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی، اس کے علاوہ افتاء کی مشغولیت تھی۔

حضرت شیخ کی ولادت باسعادت گیلان میں ۴۷۰ھ میں ہوئی، آپ کا نسب دس واسطوں سے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کی وفات حسرت آیات ۵۶۱ھ میں ہوئی، اس طرح آپ نے نوے (۹۰) سال کی طویل عمر پائی جو پوری کی پوری عبادت، مجاہدہ، علم کی تحصیل، نشرواشاعت، دین کے فروغ اور امت کے احوال کی اصلاح میں گذاردی یہاں تک آپ کے بعد بھی آپ کے فیض یافتہ ابوحفص شہاب الدین سہروردی (۵۹۳-۶۳۲) صاحب "عوارف المعارف" کے ذریعہ پوری طاقت اور عمومیت سے دعوت وتذکیر اور تربیت نفوس کا کام جاری رہا۔

آپ کے چند ارشادات عالیہ میں یہ ہے کہ:

"اگر حدود الٰہی، احکام شرعی میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑگئے ہو اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو، اس کو مضبوط تھام لو، نفس کی خواہشات کو جواب دو، اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی، وہ باطل ہے"۔

☆☆☆☆☆

غزل

محمد خالد فیصلؔ ندوی

تجھکو دیکھا نہیں زمانے سے
اب تو آجا کسی بہانے سے

پھر ہیں تخریب پر وہ آمادہ
ہم کو فرصت نہیں بنانے سے

خون آشام جن کی فطرت ہے
باز آجائیں کیوں ستانے سے

کتنی کلیاں مسل دی گلچیں نے
خوں بداماں ہے گل زمانے سے

خون آلودہ ہے شفق کی آنکھ
دن کے جانے سے رات آنے سے

گل بداماں ہیں عارض گلگلوں
مہوشوں کا خیال آنے سے

تجھکو فیصلؔ رہ نجات ملی
ان کی راہوں میں آنے جانے سے

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: آج کل عام طور پر شادیوں میں گانے بجانے اور تصویر کشی وغیرہ کا رواج ہوگیا ہے، اس طرح کی شادیوں میں شرکت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: شادی کی دعوتوں میں شرکت کا اصول یہ ہے کہ اگر وہاں معصیت اور بدعت نہ ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے، لیکن اگر معصیت اور بدعت کا وہاں ہونا یقینی ہو تو ایسی دعوتوں میں شرکت کرنا ان لوگوں کے لیے جو دینی پیشوا ہیں، درست نہیں ہے، اور عام لوگوں کے لیے بھی وہاں جانا مناسب نہیں، ہاں اگر معصیت اور بدعت کا یقین نہ ہو تو عام لوگوں کے لیے جانے کی اجازت ہے، فتاویٰ ہندیہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ: ۴/۱۱۵-۱۰۴]

سوال: آج کل دیکھا جارہا ہے کہ بینک سے ملی سودی رقم لوگ غریب لڑکیوں کی شادی میں دیدیتے ہیں؟ اگر کسی غریب لڑکی کی شادی ہورہی ہو اور اس میں سودی رقم استعمال ہورہی ہو اور اس میں شرکت کی دعوت ملے تو شرکت کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ سودی رقم سے جو شادی ہو اور اس میں دعوت ہو تو یہ دعوت نہ کھائی جائے، لیکن اگر وہاں جانا پڑے تو اس قسم کی دعوت کھانے کی گنجائش ہے کیونکہ فقہاء لکھتے ہیں کہ سود کی رقم صدقہ کردینا واجب ہے، اگر یہ رقم مستحق شخص کو دی گئی تو اس کے حق میں یہ صدقہ قرار پائے گی اور صدقہ کا حکم یہ ہے کہ واسطہ آجانے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اپنی خادمہ حضرت بریرہؓ کے یہاں تشریف لے گئے، وہ گوشت پکارہی تھیں، انھوں نے آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا، لیکن اس میں گوشت نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی، انھوں نے عرض کیا کہ یہ گوشت صدقہ کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے صدقہ ہے لیکن جب تم مجھے کھلاؤ تو میرے لیے یہ ہدیہ ہے، بخاری میں یہ روایت موجود ہے، امام بخاریؒ نے "باب اذا تحولت الصدقة" کے عنوان سے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے، اس روایت کے پیش نظر اگر کسی غریب اور مستحق شخص کو سود کی رقم صدقہ کی جائے اور وہ اس سے دعوت کا اہتمام کرے اور دوسروں کو کھلائے تو اس کی گنجائش ہے۔

سوال: جن لوگوں کا کاروبار سودی ہے، اگر وہ دعوت کریں تو ان کی دعوت میں شرکت کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید میں سود کی حرمت واضح طور پر بیان کی گئی ہے، اور حدیث میں اس کی بڑی شناعت آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور سودی معاملہ میں گواہ بننے والے سبھوں پر لعنت بھیجی ہے۔ [مسلم، حدیث/۴۰۹۲]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سود خور کی حوصلہ افزائی درست نہیں، اس لیے علماء اور دین کے پیشوا کو ایسے لوگوں کی دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہیے تاکہ سود خور کی حوصلہ شکنی ہو، البتہ عام مسلمانوں کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ دعوت سودی پیسے سے کی جارہی ہے تب تو دعوت میں شرکت قطعاً جائز نہیں ہے، اور اگر معلوم ہو کہ دعوت حلال پیسے سے ہورہی ہے تو دعوت میں شرکت جائز ہے اور اگر متعین طور پر اس کا علم نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس کی آمدنی کا غالب ذریعہ کیا ہے؟ اگر غالب حصہ حرام ہے تو دعوت میں شرکت درست نہیں اور اگر غالب حصہ حلال ہے تو دعوت میں شرکت جائز ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ: ۵/۳۴۳]

سوال: اگر غیر مسلم دوست کی طرف سے دعوت ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا اور اس میں شرکت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اسلامی تعلیمات میں یہ تعلیم شامل ہے کہ غیر مسلموں سے بھی انسانی اخوت اور بھائی چارہ کا رشتہ ہے، اس لیے ان کی دعوت قبول کرنا اور ان کی دعوتوں میں شرکت کرنا بنیادی طور پر درست ہے بشرطیکہ کھانے میں کوئی حرام یا مشتبہ چیز نہ ہو۔ [فتاویٰ تاتارخانیہ: ۵/۵۲۳] روایتوں میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودیہ کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ [صحیح بخاری، حدیث/۲۶۱۷]

سوال: غیر مسلموں سے مسلمانوں کبھی کاروباری اور کبھی سیاسی معاملہ رہتا ہے، اس قسم کی مصلحتوں کے پیش نظر اگر ان کو شادی بیاہ اور مختلف قسم کے پروگراموں میں دعوت دی جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر مسلموں کو دعوت دینا اور اس کو اپنے پروگراموں میں شامل کرنا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہے، اگر نیت یہ ہو کہ اس طرح وہ اسلام سے مانوس ہوں گے، اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو کم از کم اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں ان کا رویہ نرم ہوگا تو ان کو دعوت دینا باعث اجر و ثواب بھی ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا حکم دیا گیا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی طرف بلائیں جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: "أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" تو آپ نے بنو ہاشم کو جمع فرمایا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی فرمایا۔ [الدر المنثور: ۵/۱۸۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے اگر غیر مسلموں کو مدعو کیا جائے تو یہ باعث ثواب اور اتباع سنت نبویؐ ہے۔

☆☆☆☆☆

رفتار کارواں

رپورٹ ۳۲واں مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی عالمی بعنوان:

بیسویں صدی میں اردو کا سوانحی ادب اور تعمیری قدریں

اقبال احمد ندوی

افتتاحی نشست، صدارتی خطبہ

"سوانحی ادب بڑا متنوع اور دور رس اثرات کا حامل ادب ہے، یہ انسان کی گوناگوں انسانی صفات و شخصی خصوصیات کا آئینہ ہوتا ہے، اس میں صاحب سوانح اور کاتب سوانح دونوں کے ذوق و نظری انداز خیال و خصوصیات دونوں باہم ہوجاتے ہیں، اس میں تذکرہ نگار اپنے انداز فکر اور مشاہدہ اور اپنے ذوق کے لحاظ سے اپنی اختیار کردہ یا شہرت رکھنے والی شخصیت کے احوال و امتیازات کو پیش کرتا ہے۔ یہ مختلف اصحاب نظر و اصحاب ذوق کے فرق کے لحاظ سے سامنے آتا ہے، اس میں قاری صرف صاحب سوانح ہی کو نہیں پڑھتا، بلکہ اس کے ساتھ راقم سوانح کو بھی پڑھ لیتا ہے"۔

ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر نے رابطہ ادب اسلامی کے ۳۲ رویں سالانہ دو روزہ سیمینار کے افتتاحی پروگرام میں پیش کردہ اپنے خطبۂ صدارت میں کیا۔ یہ سیمینار شہر علم و فن علی گڑھ میں "علامہ ابوالحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر فاؤنڈیشن، علی گڑھ" کے زیر انتظام "مدرسۃ العلوم الاسلامیہ علی گڑھ، ملحقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ" کی ضیافت میں مدرسہ ہی کے کیمپس میں ۹، ۱۰ر فروری ۲۰۱۳ء کو منعقد ہوا۔

واضح ہو کہ حسب معمول سیمینار کی صدارت صدر رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کو کرنا تھی، حضرت نے اس کے لیے اپنا خطبۂ صدارت بھی پہلے سے تیار کرلیا تھا، لیکن قضائے الٰہی کہ سیمینار سے صرف ایک عشرہ قبل حضرت مولانا مدظلہ العالی کے خانوادے کے گلِ سرسبد، حضرت کے عزیز اور خویش، دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد حدیث اور "تحریک پیام انسانیت" کے روحِ رواں اور ہندو بیرونِ ہند کے بہت سے مدارسِ اسلامیہ و اسلامی تنظیموں کے مشیر و رکن و سرپرست حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کا واقعہ پیش آگیا، جو نہ صرف حضرت والا کے خانوادے کے لیے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے لیے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سیمینار کے میزبان ادارے "علامہ ابوالحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر فاؤنڈیشن، علی گڑھ" کے صدر بھی تھے۔ ان کے انتقال سے پورا خاندان بلکہ پوری دنیا سوگوار ہوگئی، اور حضرت مولانا مدظلہ العالی پر اس کا بہت زیادہ اثر ہوا، اور پھر تعزیت کرنے والوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا جو اب تک جاری ہے، ان حالات کے پیشِ نظر حضرت والا اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ سیمینار میں شرکت کرتے لیکن منتظمین سیمینار اور خاص طور سے ڈاکٹر محمد غیاث صدیقی سکریٹری علامہ ابوالحسن فاؤنڈیشن کا اصرار اور خلوص غالب آکر رہا اور حضرت والا کی شرکت ممکن ہوسکی، لیکن پھر بھی پہلے روز کے افتتاحی پروگرام اور مقالات کی نشستوں میں شرکت نہ کرسکے، بلکہ سیمینار کے پہلے روز عشاء کے قریب آپ کی تشریف آوری ہوئی، اس طرح دوسرے روز کے پروگرام اور سیرت کانفرنس میں حضرت والا شریک ہوسکے۔ حضرت کے برادر اصغر سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ العالی بھی حضرت کے ساتھ ہی تشریف لائے۔ حضرت کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کرتے ہوئے سیمینار کے افتتاحی پروگرام کی صدارت حضرتِ والا کے ایماء پر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے فرمائی۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا خطبۂ صدارت رابطہ ادب اسلامی برصغیر کے دفتر کے ذمہ دار مولانا اقبال احمد ندوی نے پڑھا، جب کہ سکریٹری رپورٹ رابطہ ادب اسلامی برصغیر کی مجلس منتظمہ کے رکن مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے پڑھ کر سنائی۔

حضرت مولانا مدظلہ العالی نے اپنے خطبۂ صدارت میں موضوع سے متعلق فرمایا کہ:

"تذکرہ نویسی کا داعیہ بعض وقت اپنی کسی پسندیدہ شخصیت کی زندگی اور اس کی خصوصیات کو دوسروں کے سامنے لانے کا ہوتا ہے، اور بعض وقت یہ کام صرف علمی اور تحقیقی مقصد سے کیا جاتا ہے، اول الذکر صورت میں مصنف اگر پوری احتیاط اور قلمی دیانت سے کام نہ لے، تو سوانح مدح و ستائش کے بعض غلو والے پہلوؤں کی حامل بن جاتی ہے، چنانچہ بزرگ شخصیتوں کے بعض تذکروں میں اس

طرح کا غلو ملتا ہے، ان کے تذکرہ میں بعض بعض تصنیفیں کرامات اور غیر معمولی اوصاف کے ذکر کی حامل ملتی ہیں، اور بعض میں تو یہ فرق بھی ملنا مشکل ہوجاتا ہے کہ یہ انسان کی واقعی سوانح ہے یا انسان سے مافوق الفطرت کسی دوسری ذات کی، لیکن علمی انداز کی پابندی رکھنے کی صورت میں سوانح اپنے قارئین کے لیے کسی ایک شخصیت کا آئینۂ زندگی بن جاتی ہے، جب شخصیت بڑی ہو، اپنی صفات میں ممتاز ہو، اور اس کی زندگی کی تصویر کشی اس کو انسان رکھتے ہوئے ہو، تو وہ سوانح ایک موثر اور طاقتور علمی تحفہ ہوجاتی ہے، اور لکھنے والا اگر بیان و زبان کی علمی و ادبی رعایتوں کا لحاظ رکھتا ہے تو تذکرہ علمی خوبیوں کے ساتھ ادبی خوبیوں کا بھی حامل بن جاتا ہے"۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ:

"سوانح نگاری ایک بڑی ذمہ دار صنف ادب ہے، جن شخصیتوں کے سوانح ماڈل یا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیے جائیں، ان میں واقعی کوئی بات بھی ایسی ہونی چاہیے کہ پڑھنے والے کو احساس ہو کہ اس شخصیت کے مطالعہ سے اس کی زندگی کی اہم خصوصیات سے واقفیت ہوئی ہے، یہی شخصیتیں ہمارے سماج میں ہیرو بن کر ابھرتی ہیں، ان کا میدان عمل خواہ سیاسی ہو، یا روحانی یا ادبی، سوانح نگاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جن شخصیات کی سوانح پیش کی جائیں، ان کی محض مدح سرائی ہی نہ ہو، کیوں کہ سوانح نگاری کوئی قصیدہ نگاری نہیں ہے، انسانی زندگی میں غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں، جو سامان عبرت و بصیرت ہوتی ہیں، یہ کوتاہیاں اگر ظاہر نہ کی جائیں اور معروف شخصیتوں کو ہیرو بنا کر محض ان کو ناقابل تقلید مقام پر پہونچایا جائے، تو یہ فن سوانح نگاری کے ساتھ انصاف کرنا نہ ہوگا، لیکن صاحب سوانح کی کوتاہیوں کا ذکر ناصحانہ اور تعمیری انداز کا ہوتا تو اس سے سوانح کی افادیت بڑھتی، ورنہ وہ ادب و تہذیب کا حق ادا نہیں کرتی، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب سوانح کی عظمت کے خصوصی پہلو کو سمجھا جائے اور اس کو مناسب انداز میں ظاہر کیا جائے، کسی بڑے آدمی میں وہ کونسی امتیازی خوبی تھی جس نے ان کو بڑا بنایا، جب تک یہ معلوم نہ ہو اور سوانح نگاری کے ذریعہ سے عام قارئین تک نہ پہونچایا جاسکے، قارئین کو پورا فائدہ نہیں پہونچتا"۔

سکریٹری رپورٹ

اس سے قبل رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی سکریٹری رپورٹ مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے پڑھ کر سنائی، مولانا نے اپنی رپورٹ میں رابطہ ادب اسلامی عالمی کے قیام کا پس منظر بیان کرنے کے بعد موضوع سیمینار "بیسویں صدی میں سوانحی ادب اور تعمیری قدریں" پر روشنی ڈالتے ہوئے سوانح نگاری کے اصول اور شرائط بیان کیے اور خاص طور پر ندوی مکتبۂ فکر کی سوانح نگاری کی بنیادی خصوصیات پر تاریخی تذکروں اور سیرت کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے حوالے سے روشنی ڈالی، انہوں نے فرمایا کہ اسلامی ادب کی دعوت اور فکر یہ ہے کہ ادب صرف تفریح یا وقت گزاری کا ذریعہ نہیں، بلکہ ادب ذہن سازی اور تاثیر قلبی کا ذریعہ ہے، وہ تعمیری ہے اگر اس کی رعایت کی جائے اور تخریبی ہے اگر اس کا اسلوب بیان یا موضوع کا انتخاب صرف اظہار رائے یا پڑھنے والے کی تفریح کے لیے یا مقبولیت حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔

انہوں نے سیرت و سوانح نگاری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سوانح نگاری ادب کی اہم قسموں میں سے ہے، اور ہر دور اور ہر زبان میں اس کو اہمیت دی گئی ہے، اور اس کے مختلف نمونے ملتے ہیں، اس میں ادباء، علماء، مصلحین اور سیاسی قائدین اور ملوک و حکام اور قائدین کے تذکرے آتے ہیں، بعض اہم شخصیات نے اپنے تجربات اور مشاہدات زندگی کے نشیب و فراز کو قلم بند کیا ہے، بیسویں صدی میں اردو زبان میں اس کا اچھا خاصہ سرمایہ پایا جاتا ہے۔

مولانا نے اخیر میں فرمایا کہ اردو میں سوانحی ادب کی مختلف جہتیں ہیں، مذہبی، سیاسی، سماجی اور ادبی، ہر طرح کا مواد اس کا موضوع بن سکتا ہے، اس کی شکلیں بھی مختلف ہیں، اس کی ایک قسم خود نوشت میں مکمل ناملک، مختصر، طویل، مکتوباتی، افسانوی، ناول، تذکراتی اور منظوم شکلیں ملتی ہیں، مگر ایک چیز جو سب میں مشترک ہے وہ ہے صاحب سوانح اور مصنف کی ذات، ایک طرح سے یہ اظہار ذات کا ایک وسیلہ ہے، اور یہی اظہار ذات بعض صورتوں میں خود شناسی سے شروع ہوکر خدا شناسی تک جا پہنچتا ہے۔

خطبۂ استقبالیہ

مجلس استقبالیہ کے صدر اور علامہ ابوالحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی کے سکریٹری ڈاکٹر محمد غیاث صدیقی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

کلمۃ الوفود

عالمی رابطہ ادب اسلامی سیمینار کے افتتاحی پروگرام میں مندوبین کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر سید احمد علی نے کہا کہ دینی اور عصری تعلیم دونوں کی اپنی معنویت ہے، دور حاضر میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، انھوں نے

مزید کہا کہ ہندوستانی مدارس قوم وملت کی ترقی اور ملک کی عظمت میں اضافہ کررہے ہیں۔ مسٹر احمد علی نے کہا کہ عصری علوم اور دینی علوم کا تعلق بہت گہرا ہے، دونوں علوم سائیکل کے دو پہیوں کی طرح ہیں، اگر ایک میں بھی کمی رہ گئی تو زندگی کی رفتار تھم جائے گی۔

پروفیسر ابوالکلام قاسمی نے اپنے خطاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے حوالے سے کہا کہ ادب اور ذرائع ابلاغ کی تردید کے بجائے ان کے ذریعے ہم مثبت قدروں کو عام کریں، علم میں آرٹ اور سائنس بھی ہیں، سوشل اور سماجی علوم بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ادب میں بھی اقدار کا تصور ادب سے ہی ہوتا ہے کیونکہ لوگ آپس میں بات کرتے وقت ادب ہی کا استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح ادب کے اقدار بہت وسیع ہوتے ہیں، ہمیں بزرگوں کے علاوہ غیر مذہبی شخصیات خواہ وہ کسی بھی طبقے اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے ادب میں بھی تعمیری عناصر تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے "مختارات من ادب العرب" لکھ کر اس کے مقدمے میں اپنا نظریۂ ادب پیش کیا ہے، جسے عرب ادباء نے بھی سراہا، اور اسی کے نتیجے میں رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں آیا، ادب کی تعریف لوگوں نے مختلف کی ہے، اور وردی پوش ادیبوں نے ادب کو محض تفریح وتسلی کا ذریعہ بنا رکھا ہے، حتی کہ وہ بے حیائی والی اور فحش چیزوں کو بھی ادب میں شمار کرتے ہیں، ان کے یہاں جو حضرات دین سے وابستہ ہیں، ان کا ادب ادب نہیں ہے، یہ انتہائی غلط بات ہے، بلکہ جو ادب مخرب اخلاق ہو، وہ ادب نہیں ہے۔

اس موقع پر مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی نے کہا کہ آج کے دور میں جب اخلاقی قدریں ختم ہوتی جارہی ہیں، ایسے میں ادب اسلامی کا فروغ بہت ضروری ہوگیا ہے، انھوں نے کہا کہ معاشرہ میں آرہے زوال کو ہی دیکھتے ہوئے گذشتہ ۳۰ سال پہلے علامہ ابوالحسن علی ندوی نے اس کی ابتداء کی تھی، مولانا بھٹکلی نے کہا کہ آج جب کہ نصاب تعلیم میں اسلام دشمن طاقتیں اسلام کی غلط شبیہ پیش کررہی ہیں، ایسے میں رابطہ ادب اسلامی کے ذریعہ بیداری ضروری ہے، یہ سیمینار اس میں اہم رول ادا کررہے ہیں۔

آخر میں افتتاحی پروگرام کی صدارتی تقریر کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کہا کہ ادب کی ضرورت زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں میں ہے، آدمی دنیا کی زندگی سے جب آزاد ہوتا ہے اور انتقال کرتا ہے تو حالات و واقعات کی روشنی میں اس کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے، اسے سوانحی ادب کہا جاتا ہے، ہر انسان اس مرحلے سے گزرتا ہے، اور اس طرح اسے سوانحی ادب کا ایک حصہ ضرور ملتا ہے، انھوں نے کہا کہ آج کا سیمینار وقت کی اہم ضرورت ہے، کیونکہ اسلام میں سوانح نگاری کا آغاز محسنِ انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ملتا ہے اور سیرت نبویؐ کی تصنیف کا آغاز مغازی کی احادیث سے ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کی مثال ہمیں اردو زبان سے بھی ملتی ہے، ہماری اردو زبان بھی اس سے مالا مال ہے، اور علامہ شبلیؒ کی "سیرت النبی"، "الفاروق"، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تصنیفات اور مولانا علی میاں ندویؒ کا بھی اس موضوع پر اچھا اور مفید کام ہے۔

اس موقع پر مدرسہ کے مہتمم و "ندائے اعتدال" کے مدیر ڈاکٹر طارق ایوبی ندوی کی تصنیف "اسلامی افسانوی ادب" اور "ندائے اعتدال کا ادب اسلامی نمبر" کا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے دست مبارک سے اجراء بھی عمل میں آیا۔

سیمینار کا آغاز محمد شاہد کی تلاوت سے ہوا، ڈاکٹر تابش مہدی نے بارگاہ رسالت میں نعت پیش کی، نظامت کے فرائض مولانا نذر الحفیظ ندوی اور ڈاکٹر طارق ایوبی ندوی نے انجام دیے، افتتاحی پروگرام میں مندوبین اور مختلف مدارس کے اساتذہ و ذمہ داران کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات کے صدور، پروفیسران اور اساتذۂ کرام بھی موجود تھے، ان میں قابلِ ذکر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر سید احمد علی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، مولانا عمیر صدیق ندوی، پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی، ڈاکٹر تابش مہدی، پروفیسر سید احتشام احمد ندوی اور ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی وغیرہ ہیں۔

نشست ہائے مقالات

افتتاحی پروگرام کے بعد مقالات کی کل پانچ نشستیں ہوئیں جن میں مجموعی طور پر تقریباً چالیس (۴۰) مقالے پیش ہوئے۔ سیمینار کی پانچوں نشستوں کی صدارت بالترتیب مندرجہ ذیل حضرات نے کی:

(۱) پروفیسر سید احتشام احمد ندوی سابق صدر شعبۂ عربی کالیکٹ یونیورسٹی، کالی کٹ (کیرالہ) (۲) پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی (۳) مولانا عمیر الصدیق ندوی دریابادی سینئر رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ (۴) پروفیسر عبدالباری سابق صدر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور (۵) مولانا اشتیاق احمد ظلی ناظم دار المصنفین و مدیر مجلہ معارف اعظم گڑھ

جب کہ نظامت کے فرائض بالترتیب (۱) مولانا کمال اختر ندوی صدر مدرس جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد (۲) ڈاکٹر جمشید احمد ندوی استاد شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۳) مولانا آدم علی ندوی استاد مدرسۃ العلوم الاسلامیہ علی گڑھ (۴) مولانا محمد علاء الدین ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور (۵) مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی سکریٹری جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ لکھنؤ نے انجام دیے۔ نشستوں کے اختتام پر صدر حضرات نے مقالات پر اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار بھی کیا اور مقالات کی علمی و ادبی حیثیت پر روشنی ڈالی۔

فہرست مقالہ نگاران

سیمینار میں جن حضرات نے موضوع سے متعلق مختلف عنوانات کے تحت مقالے پیش کیے، ان میں چند اہم حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی لکھنؤ، پروفیسر عبد الباری، علی گڑھ، پروفیسر ابو سفیان اصلاحی، علی گڑھ، پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی، دہلی، پروفیسر سید احتشام احمد ندوی، علی گڑھ، پروفیسر عبد العلیم قدوائی علی گڑھ، پروفیسر سعود عالم قاسمی، علی گڑھ، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی دہلی، ڈاکٹر تابش مہدی، دہلی، مولانا عمیر الصدیق ندوی دریابادی، اعظم گڑھ، مولانا محمد شعیب کوٹی قاسمی، ممبئی، مولانا محمد انعام اللہ قاسمی، سہارنپور، مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی، لکھنؤ، ڈاکٹر سید راشد نسیم ندوی، حیدر آباد، ڈاکٹر جمشید احمد ندوی، علی گڑھ، مولانا ڈاکٹر صباح اسماعیل ندوی علیگ، کلکتہ، مولانا سعود الحسن ندوی، غازیپور، مولانا علاء الدین ندوی، لکھنؤ، ڈاکٹر عبید اقبال عاصم، علی گڑھ، مولانا اقبال احمد ندوی غازیپوری، لکھنؤ، مولانا مشہود السلام ندوی، لکھنؤ، مولانا شاکر فرخ ندوی ازہری، سہارنپور، مولانا محمد ذاکر ندوی بارہ بنکوی، لکھنؤ، مولانا محمد ذاکر سہارنپوری، لکھنؤ، مولانا شیخ محمد اسلم مہاراشٹری، لکھنؤ، مولانا خورشید عالم میرٹھی، لکھنؤ، مولانا مظہر احسان، لکھنؤ، مولانا محمد صفوان کلکتوی، مولانا ممتاز احمد آسنولی، لکھنؤ، مولانا محمد ناصر ایوب ندوی بوڑیہ (یمنا نگر)، ڈاکٹر محمد علی جوہر، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، محمد ثاقب ندوی، علی گڑھ، غیاث الاسلام صدیقی ندوی، دہلی، ڈاکٹر عبد الخالق ندوی، علی گڑھ، مولانا محمد جرجیس کریمی، ڈاکٹر سفیان حسان بھوپال، مولانا سراج الہدیٰ ندوی حیدر آباد، ڈاکٹر شہاب الدین، علی گڑھ اور مولانا محمد شاہد۔

اختتامی نشست

افتتاحی اجلاس اور مقالات کی پانچ نشستوں کے بعد ۱۰ر فروری ۲۰۱۳ء کو صدر رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں سیمینار کی اختتامی نشست منعقد ہوئی، جس میں سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کی روشنی میں تجاویز پیش کی گئیں، بعض مندوبین نے اپنے تأثرات پیش کیے اور آخر میں صدر اجلاس کا اختتامی خطاب ہوا۔

صدارتی خطاب

آخر میں صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے تو قرآن سے متعلق ہر چیز کی حفاظت کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ساری اعلیٰ قدریں رکھ دی ہیں، اس میں مضامین و معانی کے ساتھ ساتھ خود الفاظ وکلمات کے بھی اثرات ہیں، کیونکہ الفاظ میں طاقت ہوتی ہے، ان کا ثمر پیچ ہوتا ہے۔ ادب کا جو آخری اور بلند معیار ہو سکتا ہے، وہ سب قرآن میں موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن جیسا معجزہ عطا فرمایا اور اس میں ساری اعلیٰ اخلاقی و اصلاحی قدریں شامل فرمادیں، آپ افصح العرب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے جو زبان اختیار کی وہ ساری زبانوں سے بہتر ہے اور اس میں بڑی اثر آفرینی اور طاقت وقوت ہے، اسی لیے دور اول میں جو بھی قرآن سنتا، بدل جاتا، اس کے اندر کی دنیا بدل جاتی، اب بھی جو لوگ قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان کے جذبات بدل جاتے ہیں، ان پر اثر ہوتا ہے، اور وہ بسا اوقات رونے لگتے ہیں، حرم مکی اور حرم مدنی کے ائمہ بعض اوقات اپنی قراءت سے خود بھی رونے لگتے ہیں اور سارے مصلیوں کو بھی رلا دیتے ہیں، یہ سب قرآن کی اثر انگیزی اور اس کی تاثیر ہے۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ آج ادب کو اغواء کرلیا گیا ہے، اور اسے تخریب کے لیے استعمال کیا جانے لگا ہے، ضرورت ہے کہ ہم ادب کو تعمیری بنائیں، اسے صحیح راستے پر لیجانے کا ذریعہ بنائیں، کیونکہ ادب چاقو کی طرح ہے، ہم چاہیں تو اس چاقو سے پھل کاٹیں یا کسی کی گردن کاٹیں، اسی طرح ادب سے بھی خیر وشر دونوں کام لیے جاسکتے ہیں، لیکن ہمیں اس سے صرف خیر کا کام لینا چاہیے، یہی حقیقی اور اصلی اسلامی بلکہ انسانی ادب ہے، اخیر میں مولانا نے رابطہ کے قیام اور اس کے اغراض و مقاصد پر بھی روشنی ڈالی۔

☆☆☆☆☆

حیاسوز

سائبر وے کے نقصانات

عبدالعظیم معلم ندوی

انفارمیشن سوپر ہائی وے، سائبر ورلڈ یا سائبر وے جیسے مختلف ناموں سے پہچانے جانے والا انٹرنیٹ دراصل کمپیوٹروں کے ایک مضبوط اور مربوط جال کا نام ہے، عموماً جب اس پر کوئی قلم کار قلم اٹھاتا ہے تو اسکے افادے اور استفادہ کی شکلیں اس کے زیر بحث ہوتی ہیں، مختلف دلائل سے وہ اپنی بات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ حقیقت بھی ہے کہ انٹرنیٹ کی آمد کے بعد سے دنیا کی ترقی کی رفتار میں ناقابل یقین اضافہ ہوا ہے، کوئی بھی محکمہ کوئی بھی شعبہ اور کوئی بھی ادارہ اس سے خالی نہیں، خصوصاً اطلاعات کی ترسیل کا جو کام اس سے لیا جاتا ہے ہر کوئی اس سے مستفید ہو رہا ہے، جہاں تک تعلیم، سیاست اور تجارت جیسے اہم شعبے ہیں انٹرنیٹ نے یہاں بھی حیرت انگیز اور خوشگوار تبدیلیاں پیدا کی ہیں، غرض کوئی شعبہ اس کرشماتی ایجاد سے محروم نہیں، ہر کوئی اپنے فائدے، شہرت اور مقاصد کے حصول کے لیے اس کا بھرپور استعمال کر رہا ہے، تصویر کا یہ رخ عموماً قلم کاروں کے سامنے ہوتا ہے، جب کہ اگر جائزہ لیا جائے تو اس کا دوسرا رخ بھی ہے جس کے نقصانات اور تباہ کاریوں سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ذریعے سے معاشرہ تیزی سے تباہی کی سمت بڑھتا جا رہا ہے اور روز نئے مسائل جنم لے رہے ہیں اور خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

اگر سائبر ورلڈ کے نقصانات کا جائزہ لیا جائے تو اس کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک نقصان مالی یا معاشی قسم کا ہوتا ہے جب کہ دوسرا نقصان جو بڑا خطرناک اور زیادہ کارگر ہوتا ہے اخلاقی اور معاشرتی نقصان ہے۔

انٹرنیٹ کا سب سے زیادہ نقصان دہ پہلو وہ ویب سائٹس ہیں جن پر حیاسوز اور عریانیت سے بھرپور تصاویر اور ویڈیوز اپلوڈ کی جاتی ہیں، نسلِ نو کے لیے اس سے بڑھ کر خطرناک اور کوئی چیز نہیں، فحش بینی نہ صرف انسان کی اپنی صحت کو نقصان پہنچاتی ہے اور خاندان و معاشرہ و ملک و ملت کو ذلت و رسوائی کا تمغہ دیتی ہے بلکہ یہ رفتہ رفتہ زناکاری اور مختلف جرائم کی راہ ہموار کرنے لگتی ہے، اللہ نے انسان کے اندر نفسانی خواہشات کا جو مادہ رکھا ہے اُس کے لیے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا گیا تو پھر اس کا بہکنا ضروری ہے، مغربی تعلیم اور والدین کی ناقص تربیت بچوں کو اس دلدل میں پھینک رہی ہے، اسلام نے سب سے پہلے ایسے ذرائع پر ہی پابندی لگادی جہاں سے بے حیائی اور فحاشی کے آنے کا امکان تھا، عورتوں کے لیے پردہ کا اہتمام اور مردوں کو نگاہ نیچی کرکے چلنے کا حکم، دینی تعلیم اور والدین کی صحیح تربیت سے نسلِ نو ملک و ملت کی تعمیر میں حصہ لے سکتی ہے، یہ اسلام کا وہ امتیازی وصف ہے جس کو اختیار کرنے سے معاشرہ ہر قسم کی برائیوں سے پاک صاف ہوسکتا ہے۔ اسلام کی انھی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر ہر ملک میں ایسے ویب سائٹس پر مکمل پابندی لگادی جائے تو معاشرہ بہت سارے جرائم اور نقصانات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

فحاشی اور عریانیت سے بھرپور ان ویب سائٹس اور ویب کیم سے صرف اخلاق کا زیاں نہیں ہوتا بلکہ اس سے کئی ایک جرائم پیدا ہوتے ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ آج طرح طرح کے جرائم پیدا ہونے لگے ہیں اور چونکہ یہ سائنسی ایجاد آج کے زمانہ میں ہر خاص وعام کے دسترس میں ہے اور بچے بھی اس کو استعمال کرنے لگے ہیں، اس لیے بڑے اخلاقی جرائم پیدا ہونے لگے ہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ دینا اور اپنے گھر کے افراد پر نظر رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ کوئی ایسا موقع ان کو نہ ملے جن سے وہ غلط راہوں پر پڑ سکیں۔

اخلاقی اور معاشرتی جرائم کے علاوہ بھی بہت سارے سائبر کرائم ہیں جس کے ذریعے سے جرائم پیشہ افراد لوگوں کو لوٹتے ہیں، بدنام کرتے ہیں، دھمکیاں دے کر جینا حرام کردیتے ہیں، بلیک میلنگ ہوتی ہے۔ جی ہاں! ہیکنگ (Haking) کے ذریعہ جرائم پیشہ افراد تجارتی کمپنیوں کو یا مخصوص افراد کو لوٹتے ہیں، جیسے کسی شخص کے کریڈٹ کارڈ کی تفصیلات معلوم کرکے اس میں موجود پوری رقم اپنے اکاونٹ میں ٹرانسفر کردیتے ہیں، اسی طرح بینک کے یا تجارتی کمپنیوں کے ویب سائٹس کو بھی ہیکرس ویب

جیکنگ کے ذریعہ اپنے قبضہ میں لے کر بڑا نقصان پہنچاتے ہیں، ویب ہیکنگ کے ذریعے ہی کبھی کسی مشہور اور مقبول ویب سائٹس کو بدنام کیا جاتا ہے، ویب سائٹس پر موجود اصلی مواد ہٹا کر غلط سلط مواد اُس میں داخل کیا جاتا ہے جس سے ویب سائٹس کے مالکان کی شبیہ خراب ہوجاتی ہے اور بڑی سبکی و بدنامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر اس مواد کو ہٹانے کے لیے مجرمین بڑی اور خطیر رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، کبھی دشمنی اور انتقام کے جذبے میں وائرس اٹیک کرایا جاتا ہے جس سے اُن کا پورا نظام تباہ ہوجاتا ہے، جب کہ دیکھا یہی گیا ہے کہ عموماً وائرس اٹیک میں اینٹی وائرس کے سافٹ ویرس تیار کرنے والی کمپنیاں ہی اس میں ملوث ہوتی ہیں، غرض سائبر کی دنیا میں وائرس اٹیک، ویب ہیکنگ، اسکوائنگ، اسٹاکنگ جیسے جرائم عام ہوچکے ہیں۔

یہ دونوں پہلو اخلاقی و معاشرتی اور مالی وتجارتی یا معاشی لحاظ سے بڑے ہی خطرناک ہیں، امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور سُپر پاور کہلانے والے ملک کے تباہ کن حالات دیکھنے کے بعد ہر صاحب بصیرت اس کے لیے فکرمند ہے، حکومتیں بھی اس کے سدِ باب کے لیے قراردادیں منظور کر رہی ہیں، بینک، تجارتی کمپنیوں اور مختلف اداروں کی حفاظت کے لیے فائر والس (Fire walls) کے انتظامات کیے جا رہے ہیں، اور بڑے پیمانہ پر اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے دنیا بھر کی مختلف تنظیمیں میدان میں کود چکی ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر و بیشتر یہ حفاظتی اقدامات مالی، تجارتی اور معاشی میدان کے لیے سُودمند ثابت ہوسکتی ہیں لیکن اخلاقی قدروں اور معاشرتی اصولوں کے لیے کوئی مؤثر اقدام ابھی تک نہیں کیا گیا اور نہ ارباب حل وعقد اس کے لیے فکرمند نظر آتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ اس موضوع پر بھی سمینار کرائے جائیں، عالمی طور پر لوگوں کی نظریں اس جانب مبذول کرانے کی کوششیں کی جائیں، ان حیاسوز حرکات کے خلاف متحد ہوکر مؤثر قوانین بنائے جائیں اور سختی سے ان پر عمل کرایا جائے، اس سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ خود انسان کا ضمیر جاگ جائے اور وہ اپنے آپ کو ایسی حیاسوز اور فحش چیزوں سے دور رکھے، خصوصاً والدین اپنے بچوں کی خواہشات کی تکمیل میں اندھے نہ ہوں بلکہ شرعی حدود میں رہ کر اگر ان کی خواہشات کا احترام کریں گے تو یہی بچے کل ملک وملت کے لیے سرمایہ ثابت ہوسکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

جس میں بنی نوع انسان اور تمدن انسانی پر نبوت کے احسانات، انبیاء کرام کی امتیازی خصوصیات، نبوت کے پیدا کردہ ذہن ومزاج اور طریقہ فکر ونبوت کے تیار کردہ انسانی نمونوں، نیز نبوت محمدی کے لافانی کارناموں اور ختم نبوت کی ضرورت واہمیت اور اس کے دوررس، عمیق اور انقلاب انگیز اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

صفحات: ۳۱۰ قیمت: ۱۳۰

☆ ارکان اربعہ (انگریزی)

The Four Pillars of Islam

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اسلامی عبادات کتاب وسنت کی روشنی میں
نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کے اسرار ومقاصد کا بیان، ان کے حقیقی فوائد وثمرات کی تشریح، انسانی زندگی پر ان کے اثرات ونتائج کا جائزہ اور عیسائیت ویہودیت نیز ہندو مذہب کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ۔

صفحات: ۲۹۰ قیمت: ۱۵۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176
Email.airpnadwa@gmail.com

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید دی جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید دی جائے گی۔
کیفے فردوس
CAFE-FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ ادارہ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

علمائے سلف

چشمے کے قطروں سے سبق

ادارہ

مشہور امام اور مفسر قفال شاشی ابتدائے عمر میں لوہار کا کام کرتے تھے اور اپنے فن میں نظیر نہ رکھتے تھے، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک فولادی صندوقچہ بنایا، اس قفل اس طرح بنایا کہ اس کی کنجی دوسرے قفل میں منتقل کردی جس کا وزن نصف قیراط سے زیادہ نہ تھا، جب یہ صندوقچہ، اس کا قفل اور کنجی تیار ہوگئے تو وہ ان کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور تحفے کے طور پر پیش کئے۔

بادشاہ اور اس کے درباری اس نادر تحفے پر بہت حیران ہوئے اور تعریف کرنے لگے، اتنے میں اس زمانے کا کوئی عالم بادشاہ سے ملنے آیا، اسے دیکھ کر بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ اسے اپنی جگہ لاکر بٹھادیا اور خود ادب سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

لوہار نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے دل میں سوچنے لگا کہ ''اس شخص کی اتنی تعظیم علم کے سبب سے ہے، ایک میں ہوں کہ ساری عمر قفل سازی کے کام میں ضائع کی اور دین اور دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا، بہتر یہ ہے کہ اب سے میں بھی شریعت کا علم سیکھنا شروع کروں اور باقی عمر اسی کی تحصیل میں صرف کروں''۔

یہ سوچ کر وہ دربار سے نکلے اور سیدھے ایک بہت بڑے عالم کی خدمت میں پہونچے، اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، جب انہوں نے اس عالم کو اپنا مقصد بتایا تو وہ بہت حیران ہوا اور بولا: تیس سال کے بوڑھے توتے ہوکر اب کیا پڑھوگے؟ سینگ کٹا کر بچھڑوں میں شامل ہونے سے کیا حاصل؟

مگر امام نے ایک نہ سنی اور شریعت کا علم سیکھنے پر اڑے رہے، مجبوراً عالم نے کہا: تم مانتے ہی نہیں ہو تو آؤ تمہارا امتحان کرتا ہوں، دیکھو ایک فقرہ تمہیں بتاتا ہوں، کل صبح اسے یاد کرکے لانا اور مجھے سنانا، دیکھوں تو سہی کہ کیسا یاد کرتے ہو؟ یہ کہہ کر اس عالم نے امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق یہ فقرہ بتایا: ''قال الشیخ: جلد الکلب لاتطهر بالدباغ''.

امام قفال ایک ستون کے پیچھے جاکر بیٹھ گئے اور اس فقرے کو یاد کرنے لگے، ایک ہزار مرتبہ اسے دوہرا کر دوسرے دن حاضر ہوئے۔ عالم نے پوچھا: کل والا سبق یاد ہوگیا ہو تو سناؤ۔

امام قفال نے کہا: ''قال الکلب: جلد الشیخ لاتطهر بالدباغ''.

شیخ کی جگہ کلب اور کلب کی جگہ شیخ پڑھنے کی وجہ سے دوسرے طلبہ ہنسنے لگے، استاد نے ان کو منع کیا اور نئے شاگرد کو ایک اور سبق پڑھادیا۔

اس طرح ایک سال گزر گیا، مگر امام قفال جیسے پہلے علم سے کورے تھے، ویسے ہی کورے رہے۔

آخر تنگ آکر سیاحت کی ٹھانی، وطن سے باہر نکل کر پہاڑ کا رخ کیا، دھوپ تیز اور ہوا گرم ہوگئی تو ایک سایہ دار مقام پر پہونچے، جہاں ایک چشمہ پہاڑ کی اونچائی سے نکل کر قطروں کی شکل میں رس رس کر پہاڑ کے دامن میں ایک پتھر پر گر رہا تھا اور ان قطروں کے اثر سے پتھر میں سوراخ ہوگیا تھا۔

اس پتھر پر نظر پڑی تو امام بہت اثر ہوا، سوچا کہ علم اس پانی سے زیادہ نرم اور میرا دل اس پتھر سے زیادہ سخت نہیں ہے، اگر پانی کے حقیر قطرے اس پتھر پر اتنا اثر کرسکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ میں محنت کروں تو علم میرے سخت دل پر اپنا نقش نہ جما سکے، یہ سوچ کر اسی وقت شہر میں لوٹ آئے اور دل وجان سے پڑھنے میں مشغول ہوگئے، پورے تیس سال تک محنت کرکے آخر ساٹھ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔

ان ریاضتوں اور مشقتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر علوم کے دروازے کھول دیئے اور وہ اپنے وقت کے امام مانے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تیس (۳۰) سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا، تیس (۳۰) سال پڑھا، تیس (۳۰) سال پڑھایا اور تیس (۳۰) سال فتوے دینے میں مشغول رہے۔

☆☆☆☆☆

جاوید کے نام

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ
ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

علامہ محمد اقبالؒ

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27

Vol. No. 50 Issue No.08

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

23 February, 2013

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبودار عطریات

__________ : کی ایک قابل اعتماد دوکان : __________

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنو
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916